تألیف

مجدد الدعوة الإمام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ

ترجمہ

پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی فاضل مدینہ یونیورسٹی

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

ریاض - لاہور

نام کتاب : کتاب التوحید

مؤلف : شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : پروفیسر سعید مجتبی سعیدی

صفحات : ۱۵۲

ناشر : دار السلام

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

شیخ الاسلام، مجددالعصر محمد بن عبدالوہابؒ (م ۱۲۰۶ھ) ایک متبحر عالم دین، تفسیر وحدیث اور متعدد علوم میں یگانۂ روزگار تھے۔ انہوں نے ذکاوت و ذہانت اور دینی علوم پر استدراک کے باعث اپنے زمانے کے بڑے بڑے علمائے دین کو متاثر کیا اور انہیں اپنا ہم خیال بنایا۔ اپنی تصانیف میں قرآن و سنت کی توضیحات کے ساتھ مشرکانہ عقائد پر کاری ضرب لگائی اور بدعات کے خلاف زبردست جہاد کیا۔

ان کی تالیف "کتاب التوحید" مسائل توحید پر بہترین کتابوں میں سے ایک ہے اور سند قبولیت کے لحاظ سے بھی اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ایک طویل مدت سے دنیائے علم میں اس کی اشاعت جاری ہے اور اب تک عرب و عجم میں کروڑوں بے راہروں کو ہدایت کا راستہ دکھانے اور انہیں کفرو ضلالت کے اندھیروں سے نکالنے کا فریضہ ادا کر چکی ہے۔ اس کتاب کی تدوین و تالیف کا عظیم مقصد شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے پیش نظر یہ تھا کہ دنیائے اسلام کو کتاب و سنت کی اصل تعلیمات سے روشناس کرایا جائے اور وہ عقائد اور رسم و رواج، جن کی تنسیخ کے متعلق قرآن و حدیث اور آثار صحابہ سے ثبوت فراہم ہوتا ہے، دلائل و براہین سے (قطعیت کے ساتھ) ان کو رد کر دیا جائے اور صرف ان واضح احکامات پر ایمان و عمل کی اساس قائم کی جائے جو مسلمانوں کے لیے فلاح و خیر اور نجات اخروی کا باعث ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں انہوں نے ان تمام مسائل پر مدلل بحث کی ہے اور کسی قسم کے تعصب و عناد کے بغیر بہت ہی سادہ و دلنشیں پیرائے میں قرآن و سنت کا نچوڑ پیش کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق، جو گروہی مفاد اور مذہبی تعصب نہیں رکھتے، اس کتاب کے پیش کردہ حقائق سے استفادہ کر کے اصل اسلامی تعلیمات یعنی کتاب و سنت کا راستہ اختیار کرتے رہے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی یہ افادی حیثیت مسلم رہے گی۔

معزز قارئین !

اگرچہ کتاب التوحید اس سے قبل اردو میں منتقل ہو کر قبول عام کی سند حاصل کر چکی ہے مگر ہمارے لیے باعث مسرت مقام یہ ہے کہ ہمارے فاضل دوست اور معروف عالم دین پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے بڑے خوبصورت' شستہ اور رواں اردو ترجمہ جدید پیرائے میں پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دارالسلام (ریسرچ سنٹر لاہور) نے اسے متعدد عربی و اردو ایڈیشن سے تقابل کر کے بڑی تحقیق کے ساتھ اغلاط سے پاک پیش کرنے کے لیے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ جس کے لیے میں ادارے کے رفیق کار محترم قاری عبدالحلیم بلال سلمہ اللہ کا مشکور ہوں کہ انہوں نے بڑی دقیق نظر اور باریک بینی سے اس کی تصحیح کر کے ایک جدید اور نیا اسلوب بھی دیا۔ علاوہ ازیں دیگر احباب گرامی نے بھی کتاب کی ظاہری و باطنی حسن اور اس کی تزئین و آرائش کے لیے بصد ستائش محنت کی ہے اور یہی اس نئے ایڈیشن کی منفرد خصوصیات ہیں۔

«جَزَاهُمُ اللهُ عَنَّا وَعَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ آمِيْنَ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ»

خادم کتاب و سنت

عبدالمالک مجاہد

دارالسلام' لاہور۔ الریاض

ربیع الاول ۱۴۱۸ھ / جولائی ۱۹۹۷ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض مترجم

توحید کا مسئلہ اتنا اہم اور بنیادی ہے کہ دنیا میں ہر نبی جہاں بھی اور جب بھی آیا' اس نے سب سے پہلے اپنی قوم یا اپنے علاقے کے لوگوں کو توحید ہی کی دعوت دی' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

﴿ وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيۡهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدُونِ ﴾

"اے پیغمبر! تجھ سے پہلے ہم نے جو رسول بھی بھیجا' اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں' پس تم میری ہی عبادت کرو"۔

پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی تبلیغ کا آغاز اسی دعوت توحید سے کیا' آپ نے فرمایا:

«قُوْلُوْا لاَ اِلَهَ إِلاَّ اللهُ تُفْلِحُوْا»(مسند أحمد، ج٣، ص ٤٩٢)

"لوگو! اس بات کا اقرار کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' تم فلاح یاب ہو جاؤ گے۔"

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں۔

«إِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ إِلَيْكُمْ اٰمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلاَ تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا»(حواله مذكور)

"میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں' میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ"

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی دعوت پر ایمان لانے والوں نے اساف و نائلہ اور لات و عزیٰ کی عبادت چھوڑ کر صرف الٰہ واحد کی عبادت و پرستش کو اپنا شعار بنالیا' تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت و سرفرازی عطا فرمائی' دنیا میں' جس طرف بھی انہوں نے رخ کیا' انہیں سرخ رو کیا اور چار دانگ عالم میں ان کی عظمت

کی دھاک بٹھا دی۔

لیکن چند صدیوں بعد مسلمان پھر توحید کی نعمت سے محروم اور شرک کی آلودگیوں سے ملوث ہو گئے اور نجد و حجاز میں ایک مرتبہ پھر جاہلیت اولیٰ کی تاریکی لوٹ آئی اور مسلمان عوام کی اکثریت مشرکانہ عقائد کا شکار ہو گئی اور آستانوں اور مقبروں کی پجاری بن گئی۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے جزیرہ نمائے عرب کے ان بادیہ نشینوں پر پھر رحمت کی اور مجدد الدعوۃ امام محمد بن عبدالوہاب اور ان کے انصار و اعوان کے ذریعے سے ان کو دعوت توحید سے آشنا کیا اور شرک و بدعات کی تاریکیوں سے انہیں نکالا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی سعی، تجدید و اصلاح کا یہ باب بڑا وسیع ہے' جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ شیخ رحمہ اللہ نے عملی طور پر بھی مذکورہ شرک کے اڈوں کا خاتمہ کیا' وعظ و تبلیغ سے بھی لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح فرمائی اور تصنیف و تالیف کے ذریعے سے بھی اس محاذ پر بڑا وقیع کام کیا۔ ان کی تصانیف میں ایک نہایت اہم کتاب 'کتاب التوحید' بھی ہے' جو اس وقت قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ آج سے تقریباً پون صدی قبل ہوا تھا' جو اب تک شائع ہوتا چلا آ رہا تھا' جب کہ اس عرصے میں اردو زبان کافی وسیع ہو چکی ہے اور اس کا اسلوب بھی بہت حد تک بدل چکا ہے' اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا نئے سرے سے ترجمہ کیا جائے جو موجودہ اسلوب اور معیار کے مطابق ہو' تاکہ اس کی افادیت محض زبان کی کہنگی کی وجہ سے متاثر نہ ہو۔

علاوہ ازیں سعودی عرب کے علاوہ اکثر اسلامی ممالک میں قبر پرستی کی شکل میں شرک کے مظاہر عام ہیں جو اللہ کی رحمت و نصرت سے محرومی کا سبب ہیں اور مسلمان جب تک مشرکانہ عقائد و اعمال سے تائب ہو کر خالص توحید کو نہیں اپنائیں گے' وہ رحمت الٰہی کے مستحق قرار نہیں پا سکیں گے۔

اسی ضرورت اور احساس کے پیش نظر راقم نے اس کا یہ نیا ترجمہ کیا ہے' اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اسے عوام کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔

(پروفیسر) سعید مجتبیٰ سعیدی

(منکیرہ ضلع بھکر)

ربیع الاول ۱۴۱۸ھ / جولائی ۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب:۱

عبادات کی بنیاد توحید

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات ۵۱/ ۵۶)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔"

پھر فرمایا کہ:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ (النحل ۱۶/ ۳۶)

"اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ صرف اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت (کی بندگی) سے بچو۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾ (الاسراء ۱۷/ ۲۳)

"اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم صرف اُسی (اللہ) کی بندگی کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔"

اور جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ﴾ (النساء٤/ ٣٦)

"اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔"
ایک اور جگہ پر اللہ رب العزت نے یوں فرمایا ہے:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ﴾
(الأنعام٦/ ١٥١)

"(اے محمدؐ!) کہہ دیجیے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں، جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (وہ یہ) کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔"
حضرت عبداللہ بن مسعود اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کی سربمہر وصیت ملاحظہ کرنا چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ لے:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (الأنعام٦/ ١٥١-١٥٣)

"(اے محمدؐ!) کہہ دیجیے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں، جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں:
* یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ * اور (ماں باپ سے بدسلوکی نہ کرنا بلکہ) اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ * اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو (

کیونکہ) ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی ۔ * اور تم بے حیائی کے کاموں کے، ظاہر ہوں یا پوشیدہ، قریب نہ جانا۔ * اور جس کا قتل اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، اسے قتل نہ کرو، مگر حق (اور جائز طریقے) کے ساتھ۔ اس (اللہ) نے تمہیں ان باتوں کی ہدایت کی ہے، تاکہ تم عقل سے کام لو۔ * اور تم یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ، مگر ایسے طریقے سے جو انتہائی بہترین اور پسندیدہ ہو، یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے۔ * اور انصاف کے ساتھ ناپ تول پورا پورا کرو (بے انصافی نہ کرو)، ہم کسی جان کو اس کی وسعت سے بڑھ کر مکلف نہیں بناتے۔ * اور جب بات کرو تو انصاف کی کہو، خواہ وہ (تمہارا) رشتے دار ہی ہو۔ (جھکاؤ سے کام نہ لو) * اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ (بدعہدی نہ کرو) اس (اللہ) نے تمہیں ان باتوں کی ہدایت کی ہے، شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔

* اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے، تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا، کہ وہ (راستے) تمہیں اللہ کی راہ سے دور کر دیں گے۔ اس (اللہ) نے تمہیں اس بات کی ہدایت کی ہے، تاکہ تم پرہیز گار بنو۔"

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا:

«يَا مُعَاذُ! أَتَدْرِيْ مَا حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ، وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَي اللهِ؟ قُلْتُ: اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: حَقُّ اللهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلاَ يُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللهِ أَنْ لاَّ يُعَذِّبَ مَنْ لاَّ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَفَلاَ أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: لاَ تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا»(أخرجاهُ في الصحيحين)

"اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟" (معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ جو بندہ شرک کا مرتکب نہ ہو وہ اسے عذاب نہ دے۔" (معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا: "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! (اجازت ہو تو) لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں (اور عمل کرنا چھوڑ دیں)۔"

مسائل

(۱) جن و انس کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کار فرما ہے۔

(۲) عبادت سے اصل مراد توحید ہے' کیونکہ جملہ انبیاء اور ان کی امتوں کے درمیان یہی بات متنازعہ تھی۔

(۳) جو شخص توحید پر کار بند نہیں' اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی نہیں کی اور سورۃ "الکافرون" کی آیت ﴿ وَلَآ أَنتُمْ عَـٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ ﴾ (اور جن کی تم پرستش کرتے ہو میں ان کی پرستش کرنے والا نہیں ہوں) کا مفہوم بھی یہی ہے۔

(۴) اس سے بعثت انبیاء کی حکمت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر امت کی طرف (ان کی ہدایت کے لئے) رسول بھیجے گئے۔

(۶) تمام انبیاء کا دین (یعنی ان کی دعوت کا محور اور مرکزی نکتہ) ایک ہی تھا (اور وہ توحید ہے)۔

(۷) ایک بڑا مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ طاغوت کے ساتھ کفر اور اس کا انکار کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت ممکن نہیں۔ اور اسی معنی میں اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿ فَمَن يَكْفُرْ بِٱلطَّـٰغُوتِ وَيُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسْتَمْسَكَ بِٱلْعُرْوَةِ ٱلْوُثْقَىٰ لَا ٱنفِصَامَ لَهَا ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۵۶)

"سو جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے' درحقیقت اس نے ایسی مضبوط رسی کو تھام لیا ہے جو ٹوٹنے والی نہیں ہے۔"

(۸) "طاغوت" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔

(۹) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلف صالحین کے نزدیک سورۂ انعام کی مذکورہ بالا تین محکم آیات کی کس قدر اہمیت اور عظمت ہے۔ ان میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو) دس احکام اور ہدایات دی گئی ہیں' کہ جن میں سے "اولین ہدایت" شرک سے ممانعت ہے۔

(۱۰) سورۂ بنی اسرائیل (الاسراء) کی محکم آیات میں اٹھارہ مسائل بیان ہوئے ہیں' جن کا آغاز اللہ تعالیٰ نے اپنے مندرجہ ذیل فرمان سے کیا ہے:

﴿ لَّا تَجْعَلْ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا ﴾ (الإسراء۱۷/ ۲۲)

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا ورنہ ذلیل اور بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہو گے۔"

(یعنی ان مسائل میں سب سے اولین حیثیت توحید کو دی گئی ہے' جیسا کہ) مندرجہ ذیل الفاظ کے

ساتھ اختتام (بھی توحید پر ہی) کیا ہے:

﴿ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَـٰهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ﴾ (الاسراء ۱۷/ ۳۹)

"اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنالینا کہ (ایسا کرنے سے) ملامت زدہ اور (اللہ کے دربار سے) راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے۔"

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان مسائل کی اہمیت پر تنبیہہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ﴾ (الاسراء ۱۷/ ۳۹)

"یہ ان دانائی کی باتوں میں سے ہیں جو آپؐ کے رب نے آپؐ کی طرف وحی کی ہیں۔"

(۱۱) سورۃ النساء کی وہ آیت جو حقوق عشرہ کی آیت کہلاتی ہے، کا آغاز بھی اللہ نے اپنے (توحید بھرے) ان الفاظ سے کیا ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ﴾ (النساء ٤/ ٣٦)

"اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔"

(۱۲) اس میں آنحضرت ﷺ کی اس وصیت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے جو آپؐ نے وفات کے وقت فرمائی تھی۔

(۱۳) ہمارے (یعنی بندوں کے) ذمہ اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے؟

(۱۴) اور بندے جب اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟

(۱۵) (حدیث مذکور میں بیان شدہ) مسئلہ کا اکثر صحابہ کو علم نہ تھا۔

(۱۶) کسی مصلحت کے پیش نظر علم کو چھپانا جائز ہے۔

(۱۷) کسی مسلمان کو ایسی خبر دینا مستحب ہے جس سے وہ خوش ہو۔

(۱۸) اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت پر بھروسہ کرکے (عمل ترک کرنے سے) ڈرنا چاہیے۔

(۱۹) اگر مسئول کو کسی بات کا علم نہ ہو تو اس کے متعلق « اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ » (یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں) کہے۔

(۲۰) کسی کو علم سکھانا اور کسی کو محروم رکھنا بھی جائز ہے۔

(۲۱) اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کی تواضع اور انکساری کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپؐ جلیل القدر ہونے کے باوجود گدھے پر سوار ہوئے اور اپنے پیچھے ایک دوسرے شخص کو بھی سوار کیا۔

(۲۲) سواری پر اپنے پیچھے کسی دوسرے کو بٹھالینا جائز ہے۔

(۲۳) اس حدیث سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے۔

(۲۴) اس حدیث سے مسئلہ توحید کی عظمت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

باب:۲

توحید کی فضیلت اور توحید کا تمام گناہوں کو مٹا دینا

ارشاد ربانی ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴾

(الأنعام٦/ ٨٢)

”اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا' ان کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر ہیں۔“

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ شَهِدَ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَأَنَّ عِيْسٰى عَبْدُاللهِ وَرَسُوْلُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِنْهُ، وَالْجَنَّةَ حَقٌّ، وَالنَّارَ حَقٌّ، أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ»(صحيح بخاري وصحيح مسلم)

”جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ:

* اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ * اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ * اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (بھی) اللہ تعالیٰ کے بندے' اس کے رسول' اس کا کلمہ جو اس (اللہ) نے حضرت مریم علیھا السلام کی طرف ڈالا تھا اور اس کی طرف سے (بھیجی ہوئی) روح تھے۔ * اور (جو شخص اس بات کی بھی گواہی دے کہ) جنت اور جہنم برحق ہیں۔ تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ (بہر حال) جنت میں داخل کرے گا' خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔“

اور صحیحین ہی میں حضرت عتبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ»

"اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جو محض رضائے الٰہی کے لئے "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرے، دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«قَالَ مُوْسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ: يَارَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ وَأَدْعُوْكَ بِهِ، قَالَ: قُلْ يَامُوْسَى! لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، قَالَ: كُلُّ عِبَادِكَ يَقُوْلُوْنَ هَذَا، قَالَ: يَامُوْسَى! لَوْ أَنَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَيْرِيْ وَالأَرَضِيْنَ السَّبْعَ فِي كِفَّةٍ، وَلاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ فِي كِفَّةٍ، مَالَتْ بِهِنَّ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ» (رواه ابن حبّان والحاكم وصحّحه)

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، اے میرے پروردگار! مجھے کوئی ایسا ذکر بتائیں جس سے میں تجھے یاد کروں اور اس کے ذریعے سے تجھے پکارتا رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! "لا الہ الا اللہ" پڑھا کرو۔ حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! یہ کلمہ تو تیرے سب بندے پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ان کی مخلوق بجز میرے اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں ہوں اور "لا الہ الا اللہ" دوسرے پلڑے میں ہو تو "لا الہ الا اللہ" ان سب سے وزنی ہو گا۔"

(اسے ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

اور سنن ترمذی میں حسن سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

«يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لاَ تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا، لأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً»

"اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہ لائے، پھر اس حال میں تو مجھ سے ملاقات کرے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں اسی قدر تیری طرف مغفرت و بخشش لے کر آؤں۔"

مسائل

(۱) اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے ہاں توحید کا بہت زیادہ ثواب ہے۔

(۳) ثواب کے ساتھ ساتھ عقیدہ توحید گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔

(۴) اس تفصیل سے سورۃ انعام کی آیت (۸۲) کی تفسیر بھی واضح ہو جاتی ہے۔ (کہ اس آیت میں "ظلم" سے مراد "شرک" ہے)

(۵) حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو پانچ امور مذکور ہیں، ان پر غور و تدبر کرنا چاہئے۔

(۶) حدیث عبادہ اور حدیث عتبان رضی اللہ عنہ دونوں کو جمع کریں تو ان سے "لا الہ الا اللہ" کا معنی مزید واضح ہو جاتا ہے اور جو لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں (کہ محض زبان سے کلمہ توحید کا اقرار نجات کے لئے کافی ہے) ان کی غلطی بھی واضح ہوتی ہے۔

(۷) حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور شرط بھی قابل توجہ ہے۔

(۸) انبیاء کرام بھی اس کلمہ کی فضیلت جاننے کے محتاج تھے۔

(۹) یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کلمہ "لا الہ الا اللہ" تمام آسمانوں اور زمینوں سے وزنی اور بھاری ہونے کے باوجود بہت سے کلمہ گو لوگوں کے ترازو ہلکے ہوں گے۔

(۱۰) اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں۔

(۱۱) آسمانوں اور زمینوں میں مخلوق آباد ہے۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ کے بھی اوصاف (صفات) ہیں، جبکہ اشاعرہ کا عقیدہ اس کے برعکس ہے (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا انکار کرتے ہیں)

(۱۳) جب آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو اچھی طرح سمجھ لیں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے ان الفاظ: «فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ»

"کہ جو شخص محض رضائے الٰہی کی خاطر کلمہ "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دیتا ہے"

سے شرک کو چھوڑ دینا مراد ہے، محض زبان سے کلمہ پڑھ لینا نجات کے لئے کافی نہیں۔

(۱۴) یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس حدیث میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں

کو اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول کہا گیا ہے۔

(۱۵) یہ بات بھی قابل پہچان ہے کہ (ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہونے کی وجہ سے اس کا کلمہ ہے) تاہم یہاں خصوصی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "اللہ تعالیٰ کا کلمہ" کہا گیا ہے۔

(۱۶) (اگرچہ روح' اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے' تاہم) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خصوصی طور پر معلوم ہوا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی روح قرار دیا گیا ہے۔

(۱۷) جنت اور جہنم پر ایمان لانے کی (اہمیت اور) فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے۔

(۱۸) اس تفصیل سے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں «عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ» کا معنی بھی متعین ہو جاتا ہے کہ (انسان کے جنت میں جانے کے لئے اس کا "صاحب توحید" ہونا شرط ہے)

(۱۹) قیامت کے روز اعمال تولنے کے لئے جو میزان قائم کی جائے گی' اس کے بھی دو پلڑے ہیں۔

(۲۰) اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے "الوجہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کہ جس کا معنی "چہرہ" ہے۔ (یعنی یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے' البتہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ کی رو سے ہم اس کی کیفیت سمجھنے سے قاصر ہیں۔

باب: ۳

حقیقی موحد بلا حساب جنت میں جائے گا

ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (النحل۱۶/ ۱۲۰)

"بے شک حضرت ابراھیم علیہ السلام (لوگوں کے لئے) پیشوا' اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور یک سو تھے۔ وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ﴾ (المؤمنون۲۳/ ۵۹)

"اور (اہل ایمان وہ ہیں) جو اپنے رب کے ساتھ (کسی کو) شریک نہیں ٹھہراتے۔"
حصین بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں (ایک دفعہ) سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھا کہ انہوں نے کہا "گزشتہ رات ٹوٹنے والا ستارہ تم میں سے کس نے دیکھا؟" تو میں نے کہا: "میں نے، پھر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ میں اس وقت نماز میں مشغول نہیں تھا، بلکہ مجھے کسی چیز نے ڈس لیا تھا" سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تو پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا "میں نے دم کیا تھا۔" انہوں نے مجھ سے پھر پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو میں نے جواب میں کہا "کہ ہمیں شعبیؒ نے ایک حدیث بیان کی ہے، اس کی بناء پر میں نے دم کیا تھا۔" سعید بن جبیرؒ نے پھر سوال کر دیا: "شعبیؒ نے تمہیں کیا بیان کیا تھا؟" میں نے جواب دیا کہ انہوں نے ہمیں بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی کہ: «لاَ رُقْيَةَ إِلاَّ مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ» "نظر بد اور کسی زہریلی چیز کے کاٹنے کے سوا کسی اور صورت میں دم نہیں"۔
یہ سن کر سعید بن جبیرؒ نے کہا "جس نے جو سنا، پھر اس پر عمل کیا، اس نے بہت ہی اچھا کیا۔
البتہ ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

«عُرِضَتْ عَلَيَّ الأُمَمُ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلاَنِ، وَالنَّبِيَّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، إِذْ رُفِعَ لِيْ سَوَادٌ عَظِيْمٌ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِيْ، فَقِيْلَ لِيْ: هَذَا مُوْسَى وَقَوْمُهُ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيْمٌ، فَقِيْلَ لِيْ: هَذِهِ أُمَّتُكَ، وَمَعَهُمْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلاَ عَذَابٍ، ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِي أُولَئِكَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ صَحِبُوْا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الإِسْلاَمِ فَلَمْ يُشْرِكُوْا بِاللهِ شَيْئًا، وَذَكَرُوْا أَشْيَاءَ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ لاَ يَسْتَرْقُوْنَ وَلاَ يَكْتَوُوْنَ وَلاَ يَتَطَيَّرُوْنَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ: ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْتَ مِنْهُمْ، ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ»(رواه البخاري مختصرًا ومطولا ومسلم واللفظ له والترمذي والنسائي)

"میرے سامنے بہت سی امتیں پیش کی گئیں، میں نے دیکھا کہ کسی نبی کے ساتھ تو بہت بڑی جماعت ہے اور کسی کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں۔ اور میں نے ایک نبی ایسا بھی دیکھا، جس کے

ساتھ کوئی ایک بھی (امتی) نہیں تھا۔ اسی اثناء میں میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت نمودار ہوئی، میں نے سمجھا کہ یہ میری امت ہے، لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ پھر میں نے ایک اور بہت بڑی جماعت دیکھی، مجھے بتایا گیا کہ یہ آپؐ کی امت ہے۔ اور ان میں ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اتنی بات فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ اٹھے اور گھر تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان (خوش نصیب ستر ہزار) افراد کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنے لگے۔ بعض نے کہا ”شاید یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں“ اور بعض نے کہا ”شاید یہ وہ لوگ ہیں جو (عہد) اسلام میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔“ اس کے علاوہ انہوں نے کچھ اور باتیں بھی ذکر کیں۔ اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپؐ کو اپنی آراء سے آگاہ کیا تو آپؐ نے فرمایا:

”یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرواتے ہیں، نہ (علاج کی غرض سے) اپنے جسم داغتے ہیں، نہ بد فالی لیتے ہیں اور وہ صرف اپنے پروردگار پر ہی توکل کرتے ہیں“ یہ سن کر عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی (اے اللہ کے رسول ﷺ!) یہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔“ آپؐ نے فرمایا ”تو ان میں سے ہے۔“ اس کے بعد ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی ”(اے اللہ کے رسولؐ!) میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔“ آپؐ نے فرمایا ”اس (دعا) میں عکاشہ (رضی اللہ عنہ) تم پر سبقت لے گیا ہے۔“
(اس روایت کو بخاری مسلم یہ الفاظ مسلم کے ہیں البتہ بخاری کے الفاظ مختصر بھی ہیں اور مفصل بھی) ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔)

مسائل

(۱) یہ کہ توحید کے بارے میں لوگوں کے درجات و مراتب مختلف ہیں۔
(۲) ”تحقق توحید“ کے مطلب کی وضاحت ہے۔
(۳) اللہ تعالیٰ نے اس بات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح و ستائش فرمائی ہے کہ ”وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے اور ان کا دامن شرک کی آلودگی سے پاک تھا۔“
(۴) اللہ تعالیٰ نے اس بات پر حضرات اولیاء کرام کی بھی مدح فرمائی ہے کہ وہ شرک سے بے زار

تھے۔

(۵) "دم" اور جسم داغنے کے طریق علاج کو ترک کرنا توحید کا اعلیٰ درجہ ہے۔

(۶) ان اوصاف کا احاطہ کرنا ہی در حقیقت توکل ہے۔

(۷) اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم کی گہرائی کا بھی پتہ چلتا ہے' کہ یہ بلند پایہ مراتب و مناصب انہیں محض عمل کی بدولت حاصل ہوئے ہیں۔

(۸) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر اور نیکی کے کاموں پر کس قدر حریص تھے۔

(۹) اس سے امت محمدیہ کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ امت بلندی درجات اور کثرت تعداد کے لحاظ سے تمام امتوں سے برتر اور افضل ہے۔

(۱۰) اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام (اور ان) کی امت کی فضیلت' بھی عیاں ہوتی ہے۔

(۱۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں۔

(۱۲) ہر امت کو اپنے اپنے نبی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ اٹھایا جائے گا۔

(۱۳) دعوت انبیاء کو بالعموم تھوڑے لوگوں نے قبول کیا۔

(۱۴) جس نبی کی دعوت پر ایک شخص بھی ایمان نہ لایا' وہ اکیلا ہی آئے گا۔

(۱۵) اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ کثرت تعداد پر مغرور اور قلت تعداد پر پریشان نہیں ہونا چاہئے۔

(۱۶) نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹے کا دم کرنا جائز ہے۔

(۱۷) سعید بن جبیرؒ کے قول « قَدْ أَحْسَنَ مَنِ انْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ » (یعنی جس نے اپنی شنید کے مطابق عمل کیا' اس نے اچھا کیا) سے سلف صالحین کی علمی گہرائی کا پتہ چلتا ہے' نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں۔

(۱۸) سلف صالحین ایک دوسرے کی بے جا تعریف و ستائش سے پرہیز کیا کرتے تھے۔

(۱۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا کہ "انت منهم" (کہ تو ان میں سے ہے) آپؐ کے نبی ہونے کے دلائل اور نشانیوں میں سے ایک دلیل اور نشانی ہے۔

(۲۰) اس حدیث سے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی۔

(۲۱) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ (بوقت ضرورت تصریح کی بجائے) اشارہ و کنایہ میں گفتگو کرنا جائز ہے۔

(۲۲) (حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے بعد دعا کی درخواست کرنے والے شخص کو احسن انداز میں بٹھا دینے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ و احسن اخلاق کے مالک تھے۔

باب: ۴

شرک سے ڈرنے کا بیان

ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ﴾ (النساء٤/ ٤٨)

”بے شک اللہ تعالیٰ اس (گناہ) کو نہیں بخشے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے معاف کردے گا“

اور حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا کی:

﴿ وَٱجْنُبْنِى وَبَنِىَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ ﴾ (إبراهيم١٤/ ٣٥)

”اور (اے میرے رب!) مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچانا۔“

اور حدیث شریف میں ہے:

«أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الأَصْغَرُ، فَسُئِلَ عَنْهُ فَقَالَ: الرِّيَاءُ»

(مسند أحمد: ٥/ ٤٢٨، ٤٢٩)

مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ ڈر ”شرک اصغر“ کا ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا ”شرک اصغر“ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ”ریا کاری۔“

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ للهِ نِـدًّا دَخَلَ النَّارَ»(صحيح بخاري)

”جس شخص کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے (شریک) کو پکارتا ہو تو وہ جہنم رسید ہو گا۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ لَقِيَ اللهَ لاَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ»(صحيح مسلم)

"جو کوئی اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ اور جو اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملے کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو تو وہ جہنم رسید ہو گا۔"

مسائل

(۱) شرک سے ڈرنا چاہیئے۔

(۲) "ریاکاری" بھی شرک کی ایک قسم ہے۔

(۳) "ریاکاری" "شرک اصغر" ہے۔

(۴) نیک لوگوں پر باقی گناہوں کی نسبت "ریاکاری" کا زیادہ خطرہ ہے۔

(۵) جنت اور جہنم (انسان کے) قریب ہیں۔

(۶) ایک ہی حدیث میں جنت اور جہنم کے قریب ہونے کو اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔

(۷) مرتے وقت شرک نہ کرنے والا شخص جنت میں جائے گا اور جسے شرک کرتے ہوئے موت آئی وہ جہنم رسید ہو گا، اگرچہ وہ بہت بڑا عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔

(۸) حضرت ابراھیم خلیل علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے بتوں کی عبادت سے محفوظ رہنے کی دعا کرنا، ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

(۹) حضرت ابراھیم علیہ السلام نے " ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ﴾ (إبراهيم ١٤/ ٣٦) (یعنی اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے) کہہ کر اکثریت کی حالت سے عبرت حاصل کی ہے (کہ اے میرے پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا)

(۱۰) امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق ان آیات و احادیث میں کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی تفسیر ہے۔

(۱۱) اس باب میں شرک سے محفوظ رہنے والوں کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔

باب:۵

"لا الہ الا اللہ" کی گواہی کے لئے لوگوں کو دعوت دینا

ارشاد ربانی ہے:

﴿ قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴾ (یوسف۱۲/۱۰۸)

("اے محمد ﷺ!) آپ کہہ دیں کہ میرا اور میرے پیروکاروں کا راستہ تو یہ ہے کہ ہم سب سمجھ بوجھ کر اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت فرمایا:

«إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ شَهَادَةُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ - وفِي رِوَايَةٍ: إِلَي أَنْ يُوَحِّدُوْا اللهَ - فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْكَ لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْكَ لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْكَ لِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ»

(أخرجاه فی الصحيحين)

"تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو، تم انہیں سب سے پہلے کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی گواہی کی دعوت دینا، ایک اور روایت میں ہے کہ "تم انہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت (توحید) کی دعوت دینا۔" پس اگر وہ آپ کی یہ بات مان جائیں تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پس اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان جائیں تو پھر انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے، جو ان کے اصحاب ثروت سے وصول کر کے ان کے فقراء وغرباء میں تقسیم کر دی جائے گی۔ پس اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان جائیں تو ان کے عمدہ اور قیمتی مال لینے سے احتیاط کرنا اور مظلوم کی بد دعا سے بچنا،

کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔"

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ، وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ، يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ، فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا، فَلَمَّا أَصْبَحُوْا غَدَوْا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، كُلُّهُمْ يَرْجُوْ أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ؟ فَقِيْلَ: هُوَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، فَأَرْسَلُوْا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ، فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجْعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ، فَقَالَ: انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللهِ تَعَالَى فِيْهِ، فَوَاللهِ لأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ»(متفق عليه)

"کل میں ایک ایسے شخص کو پرچم دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ چنانچہ صحابہؓ رات بھر قیاس آرائیاں کرتے رہے کہ پرچم کسے دیا جا سکتا ہے؟ صبح ہوئی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ہر ایک کی یہی خواہش اور امید تھی کہ پرچم اسے ہی ملے گا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا "علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟" بتایا گیا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک ڈالا اور دعا فرمائی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ (مکمل طور پر) یوں تندرست ہو گئے کہ گویا انہیں کچھ بھی تکلیف نہ تھی۔ آپؐ نے پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھما دیا اور ارشاد فرمایا:

"اطمینان سے (ابھی) روانہ ہو جاؤ اور خیبر کے میدان میں پہنچ جاؤ۔ پھر سب سے پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں، انہیں بتانا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری بدولت ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو تمہارے لئے یہ (سعادت انتہائی قیمتی) سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے۔"

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا طریق کار یہ ہے کہ (وہ خود ہدایت پر آ جانے کے بعد) دوسروں کو

بھی اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔

(۲) اس باب میں اخلاص نیت کی ترغیب ہے، کیونکہ اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ "دعوت الی الحق" لے کر اٹھیں بھی تو (وہ اس میں مخلص نہیں ہوتے بلکہ) وہ لوگوں کو بالعموم اپنی ذات کی طرف بلاتے ہیں۔

(۳) دعوت کے کاموں میں بصیرت سے کام لینا فرض ہے۔

(۴) حسن توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک مانا جائے۔

(۵) شرک کی ایک خرابی یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے گالی اور اس کی ذات میں عیب اور نقص ہے۔

(۶) اس باب کا ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کو اہل شرک سے دور کر دینا چاہیے، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شرک نہ کرنے کے باوجود ان کا ساتھی بن جائے۔

(۷) جملہ واجبات دین میں سے سب سے پہلا واجب مسئلہ توحید ہے۔

(۸) بشمول نماز تمام امور دین سے قبل توحید سے تبلیغ کا آغاز کرنا چاہیے۔

(۹) "رسول اللہ ﷺ کے فرمان أَنْ يُوَحِّدُوا اللهَ اور کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی شہادت و گواہی کا معنی و مفہوم ایک ہی ہے۔

(۱۰) کچھ لوگ اہل کتاب ہونے کے باوجود کتاب (یعنی توحید) سے کما حقہ باخبر نہیں ہوتے، یا جاننے کے باوجود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

(۱۱) دین کی تعلیم تدریجاً دینی چاہیے۔

(۱۲) سب سے پہلے اہم ترین اور بعد ازاں بتدریج اہمیت والے مسائل بیان کرنے چاہئیں۔

(۱۳) اس میں زکوۃ کے مصرف کا بھی بیان ہے۔

(۱۴) معلم کو چاہیے کہ وہ متعلم کے شبہات کو بھی دور کرے۔

(۱۵) زکوۃ میں عمدہ اور قیمتی مال لینا منع ہے۔

(۱۶) مظلوم کی بددعا سے بچنا چاہیے۔

(۱۷) مظلوم کی آہ و بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

(۱۸) سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرات اولیاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جن مشقتوں، بھوک اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، وہ تمام دلائل توحید میں سے ہیں۔

(۱۹) آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ "کل میں یہ پرچم ایسے شخص کو دوں گا جو..." آپ ؐ کی علامات نبوت

میں سے ہے۔

(۲۰) آپ ؐ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لعاب ڈالنا (اور ان کا فوراً صحت یاب ہو جانا بھی) علامات نبوت میں سے ہے۔

(۲۱) اس واقعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی عیاں ہوتی ہے۔

(۲۲) اس واقعہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور فضیلت بھی واضح ہے کہ وہ ساری رات یہ سوچتے رہے کہ پرچم کس خوش نصیب کو ملنے والا ہے اور اس خیال میں وہ فتح کی بشارت بھی بھول گئے۔

(۲۳) اس سے "ایمان بالقدر" بھی ثابت ہوتا ہے کہ پرچم ایسے شخص کو مل گیا جس نے اس کے لئے کوئی کوشش یا خواہش نہیں کی اور کوشش کرنے والے اس کے حصول سے محروم رہے۔

(۲۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان «عَلَى رُسُلِكَ» (کہ اطمینان سے روانہ ہو جاؤ) میں آداب (جنگ) کی تعلیم ہے۔

(۲۵) اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ جنگ سے پیشتر دعوت اسلام دینی چاہئے۔

(۲۶) لوگوں سے اولین خطاب ہو' یا قبل ازیں دعوت اور جنگ ہو چکی ہو' ہر دو صورت میں قبل از جنگ دعوت اسلام مشروع ہے۔

(۲۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشاد کہ "ان پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں وہ انہیں بتانا" سے معلوم ہوا کہ اسلام کی دعوت حکمت و دانائی کے ساتھ پیش کرنی چاہئے۔

(۲۸) مسلمان ہو کر اسلام میں (مقرر کردہ) حقوق اللہ سے روشناس ہونا چاہئے۔

(۲۹) معلوم ہوا کہ جس شخص کے ہاتھوں ایک بھی شخص ہدایت پا جائے' اس کے لئے بڑا ثواب اور بڑی عظمت ہے۔

(۳۰) اس سے فتویٰ پر قسم اٹھانے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔

باب:٦

توحید کی تفسیر اور کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی گواہی کا مطلب

ارشاد ربانی ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴾ (الإسراء١٧/ ٥٧)

"یہ لوگ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) جن کو پکارتے ہیں' وہ خود اپنے رب کا تقرب حاصل کرنے کا وسیلہ (ذریعہ) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون اس کے قریب تر ہو اور وہ اس کی رحمت کے امید وار اور اس کے عذاب سے خائف رہتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔"

اور ارشاد ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ (الزخرف٤٣/ ٢٦-٢٨)

"اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ابراھیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے (صاف صاف) کہہ دیا تھا کہ تم (اللہ تعالیٰ کے سوا) جن کی بندگی کرتے ہو (میرا ان سے کوئی تعلق نہیں) میں ان سے بیزار ہوں۔ ہاں (میں صرف اسے مانتا ہوں) جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری راہنمائی کرے گا اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے' تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں۔

نیز فرمایا: ﴿ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ﴾ (التوبة٩/ ٣١)

"انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور بزرگوں کو اپنا رب بنالیا۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ﴾ (البقرہ٢/ ١٦٥)

"اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو غیراللہ کو (اس کا) شریک اور ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ (اور) وہ ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں اور ایمان والے (سب سے) بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔"

اور نبی ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا:

«مَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللهِ، حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ» (صحیح مسلم)

"جس شخص نے کلمہ "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرلیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے، ان کا انکار کیا تو اس کا مال اور خون محفوظ ہو گیا اور اس کا حساب (یعنی باقی معاملہ) اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔"

آئندہ ابواب اسی بات کی تشریح ہیں۔

مسائل

(۱) اس میں سب سے اہم مسئلہ توحید اور کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی تفسیر ہے، جسے متعدد واضح آیات و احادیث سے بیان کر دیا گیا ہے۔

(۲) دلائل توحید میں سب سے پہلی آیت سورۃ الاسراء (بنی اسرائیل) کی ہے، جس میں ان مشرکین کی تردید ہے جو مصائب و مشکلات میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صالحین و بزرگان کو پکارتے ہیں۔ اس آیت میں صاف صاف بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارنا ہی شرک اکبر ہے۔

(۳) ان دلائل توحید میں سے ایک دلیل سورۃ براءۃ (التوبہ) کی آیت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں فرمایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور بزرگوں کو رب بنا رکھا تھا، جبکہ انہیں صرف اور صرف ایک الٰہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔ حالانکہ اس آیت کی واضح تفسیر جس میں کوئی اشکال یا ابہام نہیں، یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے علماء اور بزرگوں کو (مصیبت اور مشکل میں) پکارتے نہیں تھے، بلکہ عمل معصیت میں ان کی اطاعت کرتے تھے۔

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کا تذکرہ ہے، جو انہوں نے کفار سے کہی تھی "کہ میں تمہارے معبودوں سے بیزار اور لاتعلق ہوں، ہاں (میرا تعلق صرف اسی سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے) اور اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کفار کے معبودان باطلہ سے اپنے رب کو مستثنیٰ کیا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کفار سے اس طرح کی براءت و بیزاری اور اللہ تعالیٰ کی موالات و محبت ہی کلمہ لا الہ الا اللہ کی تفسیر ہے۔ چنانچہ فرمایا "اور ابراھیم علیہ السلام یہی پیغام اپنے پیچھے اپنی قوم میں چھوڑ گئے' تاکہ وہ (اس کی طرف) رجوع کریں۔"

(۵) ان دلائل میں سے ایک دلیل سورۂ بقرہ کی وہ آیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق بیان فرمائی ہے کہ وہ جہنم کی آگ سے نکلنے والے نہیں ہیں۔ اور ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے شریکوں سے یوں محبت کرتے ہیں' جیسے اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو اللہ تعالیٰ سے بھی بڑی محبت تھی' مگر ان کی یہ محبت انہیں مشرف بہ اسلام نہ کر سکی۔
ذرا غور کریں ...... کہ جب اللہ تعالیٰ اور غیر اللہ سے محبت کرنے والوں کو مسلمان شمار نہیں کیا گیا تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر شریکوں سے محبت کرنے والوں' یا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف غیر اللہ سے محبت کرنے والوں کا کیا حال ہو گا؟

(٦) ان دلائل میں سے ایک دلیل آنحضرت ﷺ کا فرمان ذیشان بھی ہے کہ جس شخص نے کلمہ "لا الہ الا اللہ" کا اقرار اور معبودان باطلہ کا انکار کیا اس کا مال اور خون (جان) محفوظ ہو گیا اور اس کا حساب (یعنی باقی معاملہ) اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔"
یہ ارشاد مبارک ان بڑے دلائل میں سے ایک ہے جو کلمہ "لا الہ الا اللہ" کے معنی و مفہوم کو (صحیح طور پر) واضح کرتے ہیں کہ اس کلمہ کو محض زبان سے ادا کر لینے سے مال و جان کو امان و تحفظ نہیں مل جاتا' یعنی اس کلمہ کو محض پڑھ لینے سے' یا اس کے معنی اور لفظ کو جان لینے' یا اس کے محض اقرار سے امان نہیں مل جاتی اور نہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کو محض پکارنے سے امان و تحفظ حاصل ہوتا ہے' بلکہ اس کے ساتھ ساتھ جب تک معبودان باطلہ کا کفرو انکار نہ کیا جائے' امان نہیں مل سکتی۔
یاد رہے کہ ...... اگر کسی نے ان باتوں میں سے کسی میں بھی ذرا سا شک یا توقف کیا تو اس کی جان اور مال کو تحفظ و امان حاصل نہیں ہو سکے گا۔ یہ مسئلہ کس قدر اہم اور عظیم ہے اور کس قدر واضح ہے۔ اور مخالفین کے خلاف کتنی بڑی قاطع دلیل ہے۔

باب: ۷

رفع بلاء اور دفع مصائب کے لئے چھلے اور دھاگے وغیرہ پہننا شرک ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ قُلْ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَـٰشِفَـٰتُ ضُرِّهِۦٓ أَوْ أَرَادَنِى بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَـٰتُ رَحْمَتِهِۦ ۚ قُلْ حَسْبِىَ ٱللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ ٱلْمُتَوَكِّلُونَ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۳۸)

(”اے محمد ﷺ!) ان سے کہہ دیجئے! تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو‘ اس ضرر کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے‘ تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ آپؐ کہہ دیں کہ مجھے تو اللہ ہی کافی ہے‘ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔“

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں پیتل کا چھلہ دیکھا تو فرمایا:

«مَا هَذِهِ؟ قَالَ: مِنَ الْوَاهِنَةِ، فَقَالَ: انْزَعْهَا فَإِنَّهَا لاَ تَزِيْدُكَ إِلاَّ وَهْنًا، فَإِنَّكَ لَوْ مُتَّ وَهِيَ عَلَيْكَ مَا أَفْلَحْتَ أَبَدًا» (رواه أحمد بسند لا بأس به)

”یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ ”واھنہ“ [1] (ایک مرض) کی وجہ سے پہنا ہوا ہے۔ آپؐ نے

---

(۱) **واھنہ**: امام ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واھنہ ایک ایسی بیماری ہے جس میں کندھے یا پورے بازو کی رگ پھول جاتی ہے۔ تکلیف سے نجات کے لئے دم بھی کرتے ہیں۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ کہنی اور کندھے کے درمیانی حصہ میں بعض اوقات تکلیف ہو جایا کرتی ہے۔ یہ تکلیف مردوں کو ہوتی ہے‘ عورتوں کو نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو وہ چھلا پہننے سے اس لئے منع کیا تھا کہ اس نے وہ چھلا اس مرض سے نجات کے لئے پہنا تھا کہ وہ چھلا اسے محفوظ رکھے گا۔ حالانکہ چھلے کا بیماری سے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں۔ (مترجم)

فرمایا "اسے اتار دو۔ یہ (تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا بلکہ) تمہاری کمزوری میں مزید اضافہ کر دے گا۔ اس چھلے کو پہنے ہوئے اگر تمہیں موت آ گئی تو تم کبھی نجات نہ پا سکو گے۔"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَلاَ أَتَمَّ اللهُ لَهُ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلاَ وَدَعَ اللهُ لَهُ» (مسند أحمد)

"جس شخص نے (بیماری سے تحفظ کے لئے) کوئی تعویذ لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے اور جس نے سیپ باندھا، اللہ تعالیٰ اسے بھی آرام نہ دے"۔ (۱)

ایک اور روایت میں ہے:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ»

"جس نے (بیماری سے تحفظ کی نیت سے) تعویذ لٹکایا، اس نے اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شرک کیا۔"

ابن ابی حاتم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں بخار کے سبب دھاگہ باندھا ہوا دیکھا تو انہوں نے اسے کاٹ ڈالا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ﴾ (یوسف ۱۲/۱۰۶)

"اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے باوجود بھی مشرک ہیں"

"عرب لوگ بچوں کو نظر بد سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کے گلے میں کوڑیاں باندھتے تھے، اسلام نے اس عمل کو باطل اور فضول قرار دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے:

«وَمَا أُبَالِيْ مَا أَتَيْتُ إِنْ تَعَلَّقْتُ تَمِيْمَةً»

"اور اگر میں تمیمہ ڈال لوں تو پھر مجھے اس کے بعد کسی بھی گناہ کی پرواہ نہیں۔"

مطلب یہ کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے اور باقی اس سے پیچھے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص (نظر بد اور بیماری سے تحفظ کے لئے) کوئی چیز باندھے یا لٹکائے تو اللہ تعالیٰ اسے آرام نہ دے۔"

آپؐ نے یہ شدید انداز تخاطب اس لئے اختیار فرمایا کہ عربوں کا عقیدہ تھا۔ یہ چیزیں دوا اور شفاء ہیں۔

---

(۱) تمیمہ: مذکورہ بالا احادیث میں "تمیمہ" اور "ودعہ" کی مذمت وارد ہوئی ہے، کوئی چیز وہ لوہے کی ہو یا پیتل کی، سیپ ہو یا منکا، یا دھاگہ، اسے گلے میں ڈالنا، کلائی یا بازو، انگلی یا پاؤں پر باندھنا، اس نیت سے کہ اس کی وجہ سے آرام آ جائے گا، سخت ممنوع ہے، بلکہ شرک ہے۔

اور وہ لوگ ان چیزوں کو محض باندھ لینا کافی سمجھتے اور اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلہ کو روک لیں گی اور وہ انہیں دافع البلاء سمجھتے تھے۔ اس لئے آپؐ نے ان امور سے سختی سے منع فرمایا اور اسے شرک قرار دیا۔

امام عبدالعظیم منذری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ :۔

تمیمہ : چمڑے کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جس پر کوئی چیز لکھی ہو ' عرب لوگ اس قسم کی چیزوں کو استعمال کرتے تھے تا کہ ان کے ذریعے آفات و مصائب سے دفاع ہو۔ یہ سرا سر جہالت و ضلالت کی بات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ تو تکلیف کو دور کر سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے۔

ودعہ : مذکورہ بالا احادیث میں سے ایک حدیث میں " ودعہ " کا لفظ آیا ہے۔ ابو السعادات ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سمندر سے نکلنے والی سفید رنگ کی ایک چیز ہوتی ہے۔ وہ لوگ اسے نظربد سے بچاؤ کے لئے گلے میں لٹکاتے تھے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی اور کراہت کا اظہار فرمایا اور اس سے منع فرمایا۔ اردو میں " ودعہ " کو سیپ اور گھونگھے کہا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں بھی بعض بیماریوں کی صورت میں لوگ ان کا صحیح علاج کرنے کی بجائے دھاگے پر گانٹھ لگا کر باندھ لیتے ہیں۔ یا چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کا ہار سا بنا کر گلے میں لٹکا لیتے ہیں۔ بعض صورتوں میں ناک یا کان میں سوراخ کر کے کوئی چیز ڈال لیتے ہیں۔ بس ' ٹرک ' کار ' مکان ' وغیرہ پر سیاہ کپڑا لہرا دیتے ہیں یا پرانا جوتا لٹکا دیتے ہیں۔ یا سیاہ ہنڈیا الٹا کر رکھ دیتے ہیں ' وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کام مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں منع اور شرک ہیں۔ ان سے بچنا چاہئے۔ (مترجم)

مسائل

(۱) (بیماری سے تحفظ کی نیت سے) چھلا ' دھاگہ یا ڈورا وغیرہ باندھنا سخت منع ہے۔

(۲) اس حدیث سے معلوم شدہ اس بیان سے کہ اگر صحابی بھی اس نیت سے کوئی چیز باندھے یا لٹکائے اور اسی حال میں مرجائے تو وہ بھی کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔ صحابہ کی اس ٹھوس بات کے لئے شاھد موجود ہے اور وہ ی کہ "شرک اصغر اکبر الکبائر ہے۔"

(۳) جہالت کے سبب بھی ان چیزوں کے مرتکب کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

(۴) یہ چیزیں دنیا میں بھی مفید نہیں بلکہ مضر ہیں کیونکہ آپؐ کا فرمان ہے کہ "یہ تیری بیماری کو بڑھانے کے سوا کچھ نہ کرے گا۔"

(۵) ایسی چیزوں کو استعمال کرنے والے شخص کو سختی سے روکنا چاہئے۔

(۶) اس باتکی وضاحت معلوم ہوئی کہ جس نے کوئی چیز لٹکائی اسے اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

(۷) جس نے کوئی تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔

(۸) بخار کی وجہ سے دھاگہ باندھنا شرک ہے۔

(۹) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اس موقعہ پر اس آیت کی تلاوت کرنا' اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرک اکبر کی آیات سے شرک اصغر پر بھی استدلال کیا کرتے تھے جیسا کہ سورۃ بقرۃ کی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے۔

(۱۰) نظر بد سے بچاؤ کے لئے سیپ باندھنا شرک ہے۔

(۱۱) (بیماریوں سے تحفظ کے لئے) تعویذ لٹکانے اور سیپ وغیرہ ڈالنے والے کے لئے بد دعا کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے اور اسے آرام نہ دے۔

باب:۸

دموں اور تعویذوں کا بیان

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

«أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَأَرْسَلَ رَسُوْلاً أَنْ لاَ يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ، أَوْ قِلَادَةٌ إِلاَّ قُطِعَتْ»(بخاری ومسلم)

وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے' آپؐ نے ایک قاصد کو (اعلان کرنے کے لئے) بھیجا کہ "کسی اونٹ کی گردن میں تانت وغیرہ سے لٹکائی چیز نہ رہنے دی جائے' اگر ہو تو کاٹ دی جائے۔[1]"

---

(۱) دور جاہلیت میں رسم تھی کہ اگر کمان کی تانت پرانی ہو جاتی تو اسے تبدیل کر لیتے اور پرانی تانت کو چوپایوں کے گلے میں ڈال دیتے۔ ان کا خیال تھا کہ اس سے جانور نظر بد سے محفوظ رہتا ہے۔ (مترجم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

«إِنَّ الرُّقَي وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوِلَةَ شِرْكٌ»(رواه أحمد وأبوداود)

”جھاڑ پھونک (نظربد وغیرہ سے تحفظ کے لئے) تعویذ گنڈے (باندھنا اور محبت کے لئے کیے جانے والے اعمال) جادو سب شرک ہیں“ (۱)

اس حدیث میں درج ذیل تین الفاظ وارد ہوئے ہیں تمائم، رقی اور تولہ۔

التمائم: یہ لفظ ”تمیمہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو نظربد سے تحفظ کے لئے بچوں کے گلے میں باندھی، لٹکائی یا ڈالی جائے۔ قرآنی تعویذات کو بعض اہل علم نے جائز اور بعض نے ناجائز قرار دیا ہے، ناجائز کہنے والوں میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

الرقی: یہ ”رقیہ“ کی جمع ہے۔ انہیں ”العزائم“ بھی کہا جاتا ہے ”رقیہ“ دم اور جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں۔ اگرچہ حدیث میں دم کو شرک کہا گیا ہے، لیکن دلائل سے ثابت ہے کہ جو دم شرکیہ کلمات پر مشتمل نہ ہو، اس کی اجازت ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظربد اور زہریلے جانوروں کے کاٹنے پر دم کی اجازت اور رخصت دی ہے۔

التولہ: یہ ایک ایسا عمل ہے، جس کے ذریعے عربوں کے خیال میں خاوند اور بیوی کے مابین

---

(۱) **ملاحظہ**: یہ ایک تفصیلی واقعہ کا بعض حصہ ہے۔ پورا واقعہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ زینب رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میرے شوہر عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے میری گردن میں ایک دھاگہ دیکھا تو پوچھا، یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ”یہ دم کیا ہوا دھاگہ مجھے دیا گیا ہے“ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وہ دھاگہ کاٹ ڈالا اور فرمایا ”اے عبداللہ کے اہل و عیال! تم اس شرک سے بے نیاز ہو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ، یہ جھاڑ پھونک، نظربد سے تحفظ کے لئے مختلف چیزیں باندھنا یا لٹکانا اور محبت کے تعویذات سب شرک ہیں۔“ میں نے کہا ”میری آنکھ میں چبھن تھی میں فلاں یہودی کے پاس دم کرانے جاتی تھی۔ اس کے دم سے مجھے آرام آجاتا تھا۔“ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ”یہ شیطانی حرکت ہے، وہ اپنے ہاتھ سے چبھوتا تھا جب دم کیا جاتا تو وہ ہاتھ روک لیتا۔ اس تکلیف کے دوران تمہارے لئے اتنا کافی تھا کہ تم وہ دعا پڑھ لیتی، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

«أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لاَ شِفَاءَ إِلاَّ شِفَاءُكَ شِفَاءً لاَّ يُغَادِرُ سَقَمًا»

الفت پیدا ہوتی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عکیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ»(مسند أحمد وسنن ترمذي)

"جس شخص نے کوئی چیز لٹکائی تو اسے اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔"

اور امام احمد حضرت رویفع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا رُوَيْفِعُ! لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُوْلُ بِكَ، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ، أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا، أَوِ اسْتَنْجَي بِرَجِيْعِ دَابَّةٍ أَوْ عَظْمٍ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا بَرِيءٌ مِنْهُ»(رواه أحمد وأبوداود)

"اے رویفع! شاید تم مدت تک زندہ رہو' لہٰذا لوگوں کو بتا دینا کہ جو شخص داڑھی کو گرہ لگائے' یا تانت گلے میں ڈالے' یا چوپائے کے گوبر یا ہڈی سے استنجاء کرے' تو محمد (ﷺ) اس سے بیزار اور لاتعلق ہیں۔"

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ

«مَنْ قَطَعَ تَمِيْمَةً مِنْ إِنْسَانٍ كَانَ كَعَدْلِ رَقَبَةٍ»(رواه وكيع)

"جو شخص کسی کے گلے سے تعویذ کو کاٹ ڈالے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔"

"اور وکیعؒ' ابراھیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:

«كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ التَّمَائِمَ كُلَّهَا مِنَ الْقُرْآنِ وَغَيْرِ الْقُرْآنِ»

(لوگ یعنی اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ) قرآنی اور غیر قرآنی ہر قسم کے تعویذات کو ناپسند گردانتے تھے۔"

مسائل

(۱) "رقیہ" اور "تمیمہ" کی تفسیر۔

(۲) "تولہ" کی تفسیر ہوئی۔

(۳) "رقیہ"' "تمیمہ"' اور "تولہ" بلا استثناء تینوں شرک ہیں۔

(۴) نظر بد اور زہریلے جانوروں کے کاٹے کا غیر شرکیہ دم ممنوع نہیں۔

(۵) قرآنی آیات کے تمیمہ (تعویذ) کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے کہ یہ شرک ہے یا نہیں؟

(۶) نظر بد سے تحفظ کی خاطر جانوروں کے گلے میں تانت باندھنا شرک ہے۔

(۷) اس میں تانت باندھنے والوں کے لئے شدید وعید وارد ہوئی ہے۔

(۸) اس سے کسی کے گلے میں باندھے ہوئے تعویذ کو کاٹ پھینکنے کا ثواب اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

(۹) ابراھیم نخعی رحمہ اللہ کی بات اہل علم کے مذکورہ بالا اختلاف کے منافی نہیں، کیونکہ ان کے کلام سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شاگرد مراد ہیں۔

باب:۹

کسی درخت یا پتھر وغیرہ کو متبرک سمجھنا

ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّـٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ۝١٩ وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ ٱلْأُخْرَىٰٓ﴾ (النجم ۵۳/ ۱۹-۲۰)

"بھلا تم نے (کبھی) "لات"، "عزیٰ" اور تیسری (دیوی) "منات" کے بارے میں بھی غور کیا ہے؟"

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

«خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِلَى حُنَيْنٍ، وَنَحْنُ حُدَثَاءُ عَهْدٍ بِكُفْرٍ، وَلِلْمُشْرِكِيْنَ سِدْرَةٌ يَعْكِفُوْنَ عِنْدَهَا وَيَنُوْطُوْنَ بِهَا أَسْلِحَتَهُمْ يُقَالُ لَهَا ذَاتُ أَنْوَاطٍ فَمَرَرْنَا بِسِدْرَةٍ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللهِ! إِجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اللهُ أَكْبَرُ! أَنَّهَا السُّنَنُ، قُلْتُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى: ﴿ٱجْعَل لَّنَآ إِلَـٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ» (رواه الترمذي وصححه)

غزوہ حنین کے موقع پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جارہے تھے اور ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ (راستے میں) مشرکین کی ایک بیری تھی، وہ (عظمت اور برکت کے خیال سے) اس

کے پاس آکر بیٹھے رہتے تھے۔ اور (برکت کے لئے) اپنے ہتھیار بھی اس پر لٹکایا کرتے تھے۔ اس کا نام " ذات انواط " تھا۔ چلتے چلتے ایک بیری کے پاس سے ہمارا گزر ہوا تو ہم نے کہا " یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! جیسے ان مشرکین کا ذات انواط ہے، آپؐ ہمارے لئے بھی ایک " ذات انواط " مقرر فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اللہ اکبر! " " یہی تو (گمراہی اور سابقہ قوموں کے) راستے ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے تو وہی بات کی جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ اے موسیٰ! جیسے ان کے معبود ہیں آپ ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود مقرر کر دیں۔" موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "تم تو بڑے ناداں ہو۔" پھر آپؐ نے فرمایا "تم بھی پہلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے" (اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے)

مسائل

(۱) سورۃ النجم کی آیت کی تفسیر ہے۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذات انواط مقرر کرنے کے مطالبہ کی صحیح توجیہ (کہ وہ ذات انواط صرف تبرک کی خاطر مقرر کرانا چاہتے تھے۔ ان کا اسے معبود بنانا مقصود نہ تھا)

(۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اس خواہش کا صرف اظہار ہی کیا تھا۔ اسے عملی جامہ نہیں پہنایا تھا۔

(۴) اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقصد و ارادہ محض تقرب الٰہی کا حصول تھا، کیونکہ ان کا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے۔

(۵) جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شرک کی یہ قسم مخفی رہی تو دوسرے عام لوگوں کا اس سے نابلد رہنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

(۶) (اعمال صالحہ کے بدلے) صحابہ کرامؓ کو جو نیکیاں اور بخشش کے وعدے عطا کیے گئے ہیں، وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہو سکتے۔

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابہ کرامؓ کو معذور اور بے قصور نہیں سمجھا، بلکہ آپ نے ان کی بایں الفاظ تردید فرمائی کہ "یہی تو گمراہی (پہلی قوموں) کے راستے ہیں تم بھی پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے" اور آپؐ نے تین طرح سے اس کی مذمت فرمائی۔

(۸) سب سے اہم بات جو اصل مقصود ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے یہ فرمانا ہے کہ "تمہارا مطالبہ اور فرمائش بھی بنی اسرائیل کے مطالبہ و فرمائش جیسی ہے" انہوں نے کہا تھا کہ: "

اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا۔" سو تم نے بھی ایسا ہی مطالبہ کیا۔

(۹) اس قسم کے مقامات کو مقدس اور متبرک نہ سمجھنا' توحید اور لا الہ الا اللہ کی مراد ہے۔ یہ ایک انتہائی دقیق اور پوشیدہ بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کا ادراک نہ کر سکے۔

(۱۰) آپ ؐ نے فتوے پر قسم اٹھائی' جبکہ بلا مصلحت و مقصد قسم اٹھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ نہ تھی۔

(۱۱) چونکہ صحابہ کرام ؓ کو اس مطالبہ و فرمائش کی وجہ سے مرتد نہیں سمجھا گیا' اس سے معلوم ہوا کہ شرک بڑا بھی ہوتا ہے اور چھوٹا بھی۔

(۱۲) ابو واقد رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے' اس سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کا علم تھا کہ ایسا کرنا درست نہیں۔

(۱۳) اس سے اظہار تعجب کے موقع پر "اللہ اکبر" کہنے کا جواز بھی ملتا ہے نیز اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔

(۱۴) شرک و بدعت کے تمام ذرائع کا سد باب کرنا چاہئے۔

(۱۵) اس میں اہل جاہلیت کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔

(۱۶) اس میں دوران تعلیم (کسی مصلحت کی بنیاد پر استاد کا شاگرد پر) ناراض ہونا ثابت ہے۔

(۱۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے «إِنَّهَا السُّنَنُ» فرما کر عمومی اصول بیان کر دیا۔

(۱۸) آپ ؐ کی یہ خبر بھی علامات نبوت میں سے ہے کہ آپ ؐ کی پیشین گوئی کے مطابق اب اسی طرح ہو رہا ہے۔

(۱۹) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن باتوں پر یہود و نصاریٰ کی مذمت فرمائی' وہ دراصل ہمیں تنبیہہ ہے (تاکہ ہم ان سے بچیں)۔

(۲۰) اہل علم کے ہاں یہ اصول طے ہے کہ عبادات کی بنیاد حکم اور امر پر ہے (اپنی مرضی یا خواہش سے عبادت مقرر نہیں کی جا سکتی) اس سے قبر کے سوالوں پر تنبیہہ ہوتی ہے کہ قبر میں پہلا سوال یہ ہو گا "تیرا رب کون ہے؟" یہ تو واضح ہے' البتہ دوسرا سوال "تیرا نبی کون ہے؟" اس کا تعلق امور غیبیہ سے ہے۔

اور تیسرا سوال "تیرا دین کیا ہے؟" اس پر آیت ﴿ اَجْعَل لَّنَآ اِلٰهًا ﴾ دلالت کرتی ہے۔

(۲۱) اہل کتاب کے طور طریقے بھی اسی طرح مذموم ہیں' جیسے مشرکین کا مذہب اور ان کے طور اطوار ہیں۔

(۲۲) جو شخص باطل سے حق کی طرف آتا ہے، اس کے دل میں قدیم عبادات، عقائد اور تصورات کا کچھ نہ کچھ اثر باقی رہ جاتا ہے، جیسا کہ ابو واقد رضی اللہ عنہ نے کہا «نَحْنُ حُدَثَاءُ عَهْدٍ بِكُفْرٍ» یعنی ابھی ماضی قریب میں ہمارا کفر سے تعلق رہا ہے اور ہم نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں۔

باب: ۱۰

غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے کا حکم

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴾ (الأنعام٦/ ١٦٢-١٦٣)

"کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب رب العالمین کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے اول فرمان بردار ہوں۔"

نیز فرمایا:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ (الکوثر۱۰۸/ ۲)

"پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی دو۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چار باتیں بتلائیں:

«لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ، لَعَنَ اللهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، لَعَنَ اللهُ مَنْ آوٰى مُحْدِثًا، لَعَنَ اللهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الأَرْضِ»(رواه مسلم)

"جو شخص غیر اللہ کے لئے جانور ذبح کرے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ جو شخص اپنے والدین پر لعنت کرے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ جو شخص کسی بدعتی (مجرم) کو پناہ دے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ جو شخص حدود زمین کے نشانات کو بدلے، اس پر (بھی) اللہ تعالیٰ

کی لعنت ہے۔"

طارق بن شہابؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«دَخَلَ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فِیْ ذُبَاب، وَدَخَلَ النَّارَ رَجُلٌ فِيْ ذُبَاب، قَالُوْا: وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: مَرَّ رَجُلَانِ عَلٰى قَوْمٍ لَّهُمْ صَنَمٌ لَا يَجُوْزُهُ أَحَدٌ حَتّٰى يُقَرِّبَ لَهُ شَيْئًا، فَقَالُوْا لِأَحَدِهِمَا قَرِّبْ، قَالَ: لَيْسَ عِنْدِيْ شَيْءٌ أُقَرِّبُ، قَالُوْا لَهُ: قَرِّبْ، وَلَوْ ذُبَابًا، فَقَرَّبَ ذُبَابًا فَخَلَّوْا سَبِيْلَهُ، فَدَخَلَ النَّارَ، وَقَالُوْا لِلْآخَرِ: قَرِّبْ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأُقَرِّبَ لِأَحَدٍ شَيْئًا دُوْنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ، فَضَرَبُوْا عُنُقَهُ، فَدَخَلَ الْجَنَّةَ»(رواه أحمد فی کتاب الزهد)

"ایک شخص مکھی کی وجہ سے جنت چلا گیا اور ایک شخص مکھی ہی کی وجہ سے جہنم جا پہنچا۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی! یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیسے؟ آپؐ نے فرمایا "دو آدمیوں کا گزر ایک قوم پر ہوا، جس کا ایک بت تھا۔ کسی کو وہاں سے چڑھاوا چڑھائے بغیر گزرنے کی اجازت نہ تھی۔ (اس) قوم کے لوگوں نے ان میں سے ایک کو کہا، چڑھاوا چڑھاؤ۔ اس نے کہا، چڑھاوے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ انہوں نے کہا، تمہیں یہ کام ضرور کرنا ہو گا، خواہ ایک مکھی ہی چڑھاؤ۔ اس شخص نے ایک مکھی کا چڑھاوا چڑھا دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ اور وہ اس مکھی کے سبب جہنم میں جا پہنچا۔ ان لوگوں نے دوسرے سے کہا، تم بھی کوئی چڑھاوا چڑھاؤ، تو اس نے کہا، میں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے واسطے کوئی چڑھاوا نہیں چڑھا سکتا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور وہ "سیدھا" جنت میں جا پہنچا۔"

مسائل

(۱) آیہ مبارکہ ﴿ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي ﴾ کی تفسیر۔

(۲) آیہ مبارکہ ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ کی تفسیر۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔

(۴) اپنے والدین پر لعنت کرنے والا خود لعنتی ہے، اس سے یہ بات ماخوذ ہے کہ اگر تم کسی کے والدین کو لعنت کرو گے تو وہ تمہارے والدین پر لعنت کرے گا، اسی طرح تم خود اپنے والدین پر لعنت کا سبب بنو گے۔

(۵) جو شخص کسی بدعتی (مجرم) کو پناہ دے' وہ ملعون ہے۔ بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جو کسی ایسے جرم کا مرتکب ہو جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا واجب ہو۔ اور وہ اس سے بچنے کے لئے کسی کی پناہ ڈھونڈے۔

(۶) جو شخص حدود زمین کی علامات بدل ڈالے' وہ لعنتی ہے۔ اس سے ایسے نشانات مراد ہیں جو آپ اور آپ کے پڑوسی کی حدود ملکیت کو متعین کرتے ہیں اور ان نشانات کو بدلنے سے پڑوسیوں کا حق مارنا مقصود ہو۔

(۷) کسی متعین شخص پر یا عمومی طور پر گناہگار لوگوں پر لعنت کرنے میں فرق ہے۔

(۸) ایک مکھی کی وجہ سے جہنم میں جانے کا قصہ بہت عظیم ہے۔

(۹) مکھی کا چڑھاوا چڑھانے والا جہنم رسید ہوا حالانکہ ایسا کرنے میں اس کا مقصد قطعاً شرک نہیں تھا' بلکہ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے ایسا کیا تھا۔

(۱۰) اہل ایمان کے ہاں شرک کس قدر سنگین جرم ہے کہ اس مومن نے قتل ہونا گوارا کر لیا' لیکن اہل صنم کا مطالبہ پورا نہ کیا' حالانکہ انہوں نے اس سے صرف ظاہری عمل کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔

(۱۱) ان دونوں میں سے شرک کا ارتکاب کر کے جہنم میں جانے والا شخص مسلمان تھا۔ اگر وہ کافر ہوتا تو آپؐ یوں نہ فرماتے کہ "وہ ایک مکھی کے سبب جہنم میں گیا۔"

(۱۲) اس حدیث میں ایک دوسری صحیح حدیث کی تائید ہے کہ "جنت اور جہنم تمہارے ایک کے' اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔"

«اَلْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلَ ذٰلِكَ»

(صحیح بخاری)

(۱۳) بشمول بت پرست ہر ایک کے نزدیک قلبی عمل سب سے زیادہ اہم اور مقصود اعظم ہوتا ہے۔

باب:۱۱

جہاں غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کئے جائیں وہاں (اللہ تعالیٰ کے نام پر بھی) ذبح کرنا جائز نہیں

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴾ (التوبة۹/ ۱۰۸)

"آپ کبھی اس (مسجد ضرار) میں (عبادت کے لئے) کھڑے نہ ہونا، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ زیادہ موزوں ہے کہ آپؐ اس میں (عبادت کے لئے) کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بھی صفائی اور پاکیزگی اختیار کرنے والے لوگ ہی پسند ہیں۔"

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک شخص نے بوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، چنانچہ اس نے (اس کے متعلق) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

«هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوْا: لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ»(سنن أبي داود وإسناده على شرطهما)

"کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی ایسا بت تھا جس کی پوجا کی جاتی رہی ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید پوچھا "کیا وہاں کوئی مشرکین کا میلہ لگتا تھا؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا "تم اپنی نذر پوری کر لو۔ یاد رکھو جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو اسے پورا کرنا درست نہیں اور اسی طرح جس نذر کو پورا کرنا انسان کی وسعت میں نہ ہو اسے بھی پورا کرنا ضروری نہیں۔" (سنن ابی داؤد اور اس کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے)

مسائل

(۱) آیہ مبارکہ ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا﴾ کی تفسیر ہے۔
(۲) اللہ تعالیٰ کی اطاعت و معصیت بعض اوقات زمین پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔
(۳) کسی مشکل مسئلہ کو سمجھانے کے لئے واضح مسئلہ پیش کرنا چاہئے' تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔
(۴) بوقت ضرورت' مفتی سائل سے تفصیلات اور وضاحتیں طلب کر سکتا ہے۔
(۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خاص مقام کو منت اور نذر ماننے کے لئے مخصوص کرنے میں کوئی قباحت نہیں' بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔
(۶) جس مقام پر دور جاہلیت میں کوئی "وثن" (بت) رہا ہو' وہاں نذر پوری کرنا منع ہے' خواہ اب اسے وہاں سے ختم کر دیا گیا ہو۔
(۷) کسی ایسی جگہ پر بھی نذر پوری نہیں کی جا سکتی' جہاں مشرکین کا کوئی میلہ یا تہوار منایا جاتا رہا ہو۔ اگرچہ اب وہ سلسلہ بند ہی ہو چکا ہو۔
(۸) اگر کسی نے مشرکین کے بت یا تہوار والے مقام کی نذر مانی ہو تو اسے پورا کرنا جائز نہیں' کیونکہ یہ نافرمانی کی نذر ہے' جو ناجائز ہے۔
(۹) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تہوار میں بھی مشرکین کی مشابہت سے بچنا چاہئے۔ اگرچہ مشرکین کی مشابہت کرنا مسلمان کا مقصود نہ بھی ہو۔
(۱۰) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی نذر باطل ہے۔
(۱۱) جو امر انسان کی وسعت' طاقت میں نہ ہو اس کی نذر ماننا بھی ناجائز اور غلط ہے۔

باب: ۱۲

غیر اللہ کی نذر و نیاز ماننا شرک ہے۔

"ارشاد الٰہی ہے:

﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾ (الدھر ۷۶/ ۷)

"یہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے' کہ جس کی سختی پھیل رہی ہو گی' خوف رکھتے ہیں"

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُهُۥ﴾ (البقرہ۲/ ۲۷۰)

"اور تم (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) جو کچھ بھی خرچ کرو یا جو بھی نذر مانو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللهَ فَلَا يَعْصِهِ»

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و معصیت کی نذر مانے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔"

مسائل

(۱) نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

(۲) جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ نذر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے تو پھر اسے غیر اللہ کے لئے ماننا اور سرانجام دینا شرک ہے۔

(۳) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو نذر معصیت پر مبنی ہو' اسے پورا کرنا جائز نہیں۔

باب: ۱۳

غیر اللہ کی پناہ لینا شرک ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ (الجن۷۲/ ۶)

”اور یہ کہ بعض لوگ جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے تو (اس طرح) ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی“

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

«مَنْ نَزَلَ مَنْزِلاً فَقَالَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْحَلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذَلِكَ»(رواہ مسلم)

”جو شخص کسی جگہ ٹھہرے اور یہ دعا پڑھ لے“

”میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں۔“

تو اس کے وہاں سے روانہ ہونے تک اسے کوئی چیز ضرر نہ پہنچا سکے گی“

مسائل

(۱) سورۃ جن کی آیت کی تفسیر (جس میں ہے کہ بعض لوگ جنوں کی پناہ پکڑتے تھے)

(۲) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر اللہ کی پناہ لینا شرک ہے۔

(۳) اس مسئلہ پر مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے، کیونکہ اس سے علماء نے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات مخلوق نہیں، اگر یہ کلمات اللہ کی مخلوق ہوتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پناہ طلب نہ کرتے کیونکہ مخلوق سے پناہ مانگنا شرک ہے۔

(۴) اس سے اس دعا کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے، اگرچہ یہ ایک مختصر سی دعا ہے۔

(۵) کسی عمل سے کسی دنیاوی فائدہ کا حصول مثلاً کسی کے شر سے تحفظ یا کسی منفعت کا حصول، اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عمل شرک نہیں (بلکہ عین ممکن ہے کہ جس عمل سے وہ فائدہ حاصل ہوا وہ شرک ہو۔ (مترجم)

باب : ۱۴

غیر اللہ سے فریاد کرنا یا انہیں پکارنا شرک ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۰۶-۱۰۷)

"اور تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ کچھ تمہارا بھلا کر سکے اور نہ نقصان۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر اللہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں' اگر تم سے بھلائی کرنا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں ہے' وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے' اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ بخشنے والا (اور) رحم فرمانے والا ہے۔"

نیز ارشاد الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَٱبْتَغُوا۟ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزْقَ وَٱعْبُدُوهُ وَٱشْكُرُوا۟ لَهُۥٓ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ (العنکبوت ۲۹/ ۱۷)

"تم اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے' پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اسی کی بندگی کرو اور اسی کا شکر کرو۔ اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُۥٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ وَهُمْ عَن دُعَآئِهِمْ غَٰفِلُونَ ﴿٥﴾ وَإِذَا حُشِرَ ٱلنَّاسُ كَانُوا۟ لَهُمْ أَعْدَآءً وَكَانُوا۟ بِعِبَادَتِهِمْ كَٰفِرِينَ ﴾ (الأحقاف ۴۶/ ۵-۶)

"اور اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے غافل و بے خبر ہیں اور قیامت کو جب تمام انسان جمع کئے جائیں گے تو اس وقت وہ ان (پکارنے والوں) کے دشمن ہوں گے اور ان کی

پرستش سے انکار کریں گے۔"

نیز فرمایا:

﴿ أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴾ (النمل ۲۷/ ۶۲)

"جب کوئی بے قرار فریاد کرے تو کون ہے جو اس کی پکار اور فریاد کو سنے؟ (کون اس کی) تکلیف دور کرتا ہے؟ اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔"

اور طبرانی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ:

«إِنَّهُ كَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُنَافِقٌ يُؤْذِي الْمُؤْمِنِينَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قُومُوا بِنَا نَسْتَغِيثُ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ هَذَا الْمُنَافِقِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّهُ لَا يُسْتَغَاثُ بِي، وَإِنَّمَا يُسْتَغَاثُ بِاللهِ»(رواه الطبرانی)

"نبی ﷺ کے زمانہ میں ایک منافق مومنین کو (بہت) ایذائیں دیا کرتا تھا' چنانچہ چند صحابہ نے مشورہ کیا کہ چلو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے گلو خلاصی کے لئے استغاثہ کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "دیکھو! مجھ سے استغاثہ (فریاد) نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ فریاد (و پکار) صرف اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیئے۔"

مسائل

(۱) اس سے ثابت ہوا کہ دعا عام ہے اور استغاثہ خاص۔ پس استغاثہ کے بعد دعا کا ذکر کرنا "عطف العام علی الخاص" کے قبیل سے ہے۔

(۲) اس سے آیہ مبارکہ "ولا تدع من دون الله ما لا ينفعك ولا يضرك" کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔

(۳) غیراللہ کو پکارنا اور اس سے فریاد کرنا شرک اکبر ہے۔

(۴) کوئی انتہائی نیک و برگزیدہ شخص بھی اگر غیراللہ کو اس کی رضا و خوشنودی کے حصول کی غرض سے پکارے تو وہ بھی ظالموں میں سے ہو گا۔

(۵) اس سے ﴿ وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ ﴾ کے بعد والی آیت کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔

(۶) معلوم ہوا کہ غیراللہ کو پکارنا کفر ہے اور یہ عمل دنیا میں بھی لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

(۷) اس تفصیل سے تیسری آیہ مبارکہ ﴿ فَٱبۡتَغُواْ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزۡقَ ﴾ کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے روزی طلب نہیں کرنی چاہئے' جیسا کہ اس کے سوا کسی سے طالب جنت بھی نہیں ہونا چاہئے۔

(۹) اس سے چوتھی آیہ مبارکہ ﴿ وَمَنۡ أَضَلُّ ﴾ کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے۔

(۱۰) جو شخص غیر اللہ کو پکارے' یا اس سے فریاد کرے' اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں پکارا جاتا ہے وہ پکارنے والے کی پکار سے بے خبر ہیں' وہ نہیں جانتے کہ انہیں کوئی پکار رہا ہے۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کو پکارا جاتا ہے وہ اس پکار کے سبب قیامت کی دن پکارنے والے کا دشمن ہو گا۔

(۱۳) غیر اللہ کو پکارنا در حقیقت اس کی عبادت ہے۔

(۱۴) جن کو پکارا جاتا ہے وہ قیامت کے دن اس پرستش کا انکار کر دیں گے۔

(۱۵) غیر اللہ کو پکارنے کے سبب ہی وہ شخص سب سے زیادہ گمراہ ہوا۔

(۱۶) اس سے پانچویں آیت ﴿ أَمَّن يُجِيبُ ٱلۡمُضۡطَرَّ إِذَا دَعَاهُ ﴾ کی تفسیر بھی واضح ہو جاتی ہے۔

(۱۷) حیران کن بات تو یہ ہے کہ بتوں کے پجاری (اور ان کو پکارنے والے) بھی اعتراف کرتے ہیں کہ پریشان و بے قرار آدمی کی پکار کو صرف اللہ ہی سنتا ہے اور وہی نجات دیتا ہے' یہی وجہ ہے کہ مشکلات میں وہ بھی خالص اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔

(۱۸) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکمل طور پر چمن توحید کی حفاظت فرمائی اور (امت کو) اللہ تعالیٰ کی ساتھ انتہائی ادب و احترام کی تعلیم دی۔

باب : ۱۵

بے اختیار مخلوق کو پکارنا

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴾ (الأعراف۷/ ۱۹۱-۱۹۲)

"کیا وہ ایسوں کو (اللہ تعالیٰ کا) شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے کیونکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں اور نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴾ (فاطر۳۵/ ۱۳-۱٤)

"اور اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو' وہ ایک کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی مالک نہیں ہیں۔ تم اگر ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور اگر سن بھی لیں تو تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اور بروز قیامت وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور (اللہ) خبیر کی طرح تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا۔"

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

«شُجَّ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ، فَقَالَ: كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ؟ فَنَزَلَتْ: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾» (صحيح بخاری)

"آنحضرت ﷺ غزوۂ احد میں زخمی ہو گئے اور آپؐ کے سامنے کے دو دانت شہید کر دیئے گئے جس پر آپؐ نے فرمایا "ایسی قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا ہے۔" تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ ﴾ "(اے پیغمبرؐ!) اس معاملے میں آپؐ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔"

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا' آپؐ نے فجر کی نماز کی آخری رکعت میں جب رکوع سے سر اٹھایا تو «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ» کے

بعد فرمایا: «اَللّٰھُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا» ”یا اللہ! فلاں اور فلاں پر لعنت فرما“ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ ”(کہ اے پیغمبر!) اس معاملے میں آپؐ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ:

«یَدْعُوْ عَلٰی صَفْوَانَ بْنِ أُمَیَّةَ وَسُھَیْلِ بْنِ عَمْرٍو وَالْحَارِثِ بْنِ ھِشَامٍ، فَنَزَلَتْ: ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ (آل عمران۳/۱۲۸)

”آپؐ صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام پر بددعا کر رہے تھے، تب بھی یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ (اے پیغمبرؐ!) اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔“

اور ایک جگہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ﴿ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴾ آیت نازل ہوئی تو آپؐ کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے:

«یَامَعْشَرَ قُرَیْشٍ! أَوْ کَلِمَةً نَحْوَھَا، اِشْتَرُوْا أَنْفُسَکُمْ، لَا أُغْنِيْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا، یَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا، یَا صَفِیَّةَ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا، وَیَا فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ، سَلِیْنِيْ مِنْ مَّالِيْ مَا شِئْتِ، لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا»

”اے قریش کی جماعت! (یا اس طرح کا کوئی اور کلمہ آپؐ نے فرمایا) اپنی جانوں کو بیچو (یعنی اپنے آپ کو بچالو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! (اپنے آپ کو بچالو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اے میری پھوپھی صفیہ! (اپنے آپ کو بچالو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔
اے میری بیٹی فاطمہ! میرے مال سے جو چاہو مانگ لو، لیکن اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔“

مسائل

(۱) دونوں آیتوں کی تفسیر ہے۔ (جن میں مخلوق کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے)
(۲) جنگ احد کا (مختصر سا) تذکرہ ہے۔
(۳) سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا اور آپؐ کے پیچھے صحابہ رضی اللہ عنہم کا آمین کہنا ثابت ہوتا

ہے۔

(۴) جن کے لئے بد دعا کی گئی وہ کھلے کافر تھے۔

(۵) ان لوگوں نے (آنحضرت ﷺ کے ساتھ بد سلوکی کے) ایسے ایسے کام سر انجام دیئے جن کے کرنے سے دیگر کفار بھی قاصر رہے۔ مثلاً ان کا اپنے نبی کو زخمی کرنا اور ان کے قتل کے در پے ہونا اور مسلمان شہداء کا مثلہ کرنا حالانکہ وہ (شہداء) ان کفار کے عم زاد بھی تھے۔

(۶) ان کفار کی اس بد سلوکی اور آنحضرت ﷺ کی بد دعا کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت ﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ﴾ نازل فرمائی۔

(۷) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ﴿ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ ﴾ "کہ اللہ تعالیٰ ان کفار کو معافی دے دے گا یا انہیں عذاب دے گا" چنانچہ اللہ نے انہیں معافی دی اور وہ ایمان لے آئے۔

(۸) اس سے نزول حوادث کے موقع پر قنوت نازلہ پڑھنے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

(۹) جن لوگوں پر بد دعا کی جائے' ان کے اور ان کے آباؤ اجداد کے نام نماز میں لینا جائز ہیں۔

(۱۰) قنوت نازلہ میں کسی متعین شخص کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔

(۱۱) آیت ﴿ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴾ کے نزول کے موقع پر آپ کا اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلا کر ایک ایک کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے اور اپنی اپنی نجات کی فکر دلانے کا ذکر بھی ہے۔

(۱۲) جب آپ نے دعوت توحید دی تو آپ کو مجنون کہا گیا۔ اسی طرح آج بھی اگر کوئی توحید کی دعوت دے تو اسے بھی ایسے ہی القاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(۱۳) آنحضرت ﷺ کا اپنے قریبی اور دور کے رشتہ داروں سے یہ فرمانا ثابت ہوا کہ اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا' حتیٰ کہ یہی بات آپ نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی صراحتاً کہی اور جب آپ سید المرسلین ہونے کے باوجود اپنی لخت جگر سیدۃ نساء العالمین سے فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا جبکہ انسان کا ایمان ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔ تو

پھر مندرجہ بالا صراحت کی روشنی میں آج کل کے حالات کو بھی دیکھئے کہ اس بیماری میں عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی مبتلا ہیں' غور کرنے والے پر صحیح توحید اور دین کی اجنبیت عیاں ہو جائے گی۔

باب:۱۶

فرشتوں پر اللہ کی وحی کا خوف

" ارشاد الٰہی ہے:

﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا۟ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا۟ ٱلْحَقَّ ۖ وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْكَبِيرُ ﴾
(سبأ ۳۴/ ۲۳)

"جب ان فرشتوں کے دلوں سے گبھراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو (اللہ کے مقرب فرشتے) کہتے ہیں کہ اس نے حق فرمایا ہے اور وہ عالی مقام (اور) بزرگ و برتر ہے۔"

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«إِذَا قَضَى اللهُ الأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ، يَنْفُذُهُمْ ذٰلِكَ، حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ، وَصَفَهُ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ، فَحَرَّفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلَي مَنْ تَحْتَهُ، ثُمَّ يُلْقِيهَا الآخَرُ إِلَي مَنْ تَحْتَهُ، حَتَّى يُلْقِيهَا عَلَى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوْ الْكَاهِنِ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَهُ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيهَا، وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيُقَالُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا؟ فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ» (صحيح بخاری)

" جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی فیصلہ صادر فرماتے ہیں تو اللہ کے فرشتے اس کی حکم برداری میں یوں اپنے پر مارتے ہیں کہ گویا صاف پتھر پر نرم زنجیر لگنے کی جھنکار ہے اور یہ فرمان ان

فرشتوں تک پہنچ جاتا ہے، حتیٰ کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو (اللہ کے مقرب فرشتے) کہتے ہیں کہ اس نے جو کہا وہ برحق ہے اور وہ عالی مقام اور بزرگ و برتر ہے۔ اللہ کی اس بات کو شیاطین چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں، یہ شیاطین ایک دوسرے کے اوپر یوں ہوتے ہیں، یہ کہتے ہوئے حدیث کے راوی سفیان نے اپنے ہاتھ کو ٹیڑھا کیا اور انگلیوں کو ایک دوسری سے (ذرا) جدا کیا کہ شیاطین اس طرح ایک دوسرے کے اوپر ہوتے ہیں۔ (سب سے اوپر والا شیطان جب کوئی بات سن لیتا ہے تو وہ اپنے سے نیچے والے کو بتا دیتا ہے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو، یہاں تک کہ آخری شیطان وہ بات ساحر یا کاہن کو بتا دیتا ہے۔ کبھی تو کاہن کو وہ بات پہنچنے سے قبل شہاب اسے جلا دیتا ہے اور کبھی شہاب کے آنے سے پہلے پہلے شیطان اسے بات بتا چکا ہوتا ہے تو کاہن شیطان کی بتائی ہوئی بات کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے۔ اگر کوئی بات اسی طرح واقع ہو جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ کیا فلاں روز اس ساحر یا کاہن نے ایسے ہی نہیں کہا تھا؟ چنانچہ صرف اس ایک بات کے سچ ہونے سے اس کاہن کو سچا سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ وہ بات تو آسمان سے سنی ہوئی ہوتی ہے۔"

اور حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَرَادَ اللهُ تَعَالَى أَنْ يُّوْحِيَ بِالْأَمْرِ تَكَلَّمَ بِالْوَحْيِ أَخَذَتِ السَّمٰوٰتِ مِنْهُ رَجْفَةٌ، أَوْ قَالَ : رَعْدَةٌ شَدِيْدَةٌ، خَوْفًا مِنَّ اللهِ عَزَّوَجَلَّ، فَإِذَا سَمِعَ ذٰلِكَ أَهْلُ السَّمٰوٰتِ صَعِقُوْا وَخَرُّوْا لِلّٰهِ سُجَّدًا، فَيَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ جِبْرِيْلُ فَيُكَلِّمُهُ اللهُ مِنْ وَحْيِهِ بِمَا أَرَادَ، ثُمَّ يَمُرُّ جِبْرِيْلُ عَلَى الْمَلَائِكَةِ، كُلَّمَا مَرَّ بِسَمَاءٍ سَأَلَهُ مَلَائِكَتُهَا مَاذَا قَالَ رَبُّنَا يَا جِبْرِيْلُ؟ فَيَقُوْلُ جِبْرِيْلُ: قَالَ الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ، فَيَقُوْلُوْنَ كُلُّهُمْ مِثْلَ مَا قَالَ جِبْرِيْلُ، فَيَنْتَهِيْ جِبْرِيْلُ بِالْوَحْيِ إِلَي حَيْثُ أَمَرَهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ» (ابن أبى حاتم بحواله تفسير ابن كثير)

"اللہ تعالیٰ جب کسی بات کی وحی کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ اس وحی کا تکلم فرماتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے تمام آسمانوں پر دہشت اور کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ جب آسمان والے اس آواز کو سنتے ہیں تو بے ہوش ہو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں، سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی وحی میں سے جو چاہتا ہے ان سے گفتگو فرماتا ہے، پھر

جبرائیل ملائکہ کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں اے جبرائیل! ہمارے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟ تو جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں اس نے حق فرمایا ہے۔ اور وہ عالی مقام اور بزرگ و برتر ہے۔ پھر تمام فرشتے بھی یہی الفاظ پکارتے ہیں' پھر جبرائیل علیہ السلام اس وحی کو جہاں اللہ عزوجل کا حکم ہوتا ہے' پہنچا دیتے ہیں۔"

مسائل

(۱) سورت سباء کی آیت ۲۳ کی تفسیر (جس میں اللہ کی وحی کے وقت فرشتوں کی کیفیت بیان ہوئی ہے)

(۲) اس آیت میں ابطال شرک کی دلیل ہے بالخصوص ایسے شرک کی جس کا تعلق صالحین امت سے ہے اور اس آیت کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ آیت دل سے شجرۂ شرک کی جڑوں کو کاٹ پھینکتی ہے۔

(۳) اس باب سے ﴿قَالُوا۟ ٱلْحَقَّ وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْكَبِيرُ﴾ کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے۔

(۴) فرشتوں کے سوال کی وجہ اور سبب بھی اس میں مذکور ہے۔

(۵) فرشتوں کے سوال پر جبرائیل علیہ السلام انہیں جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ یہ فرمایا ہے۔"

(۶) اس میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ جب سب فرشتے بے ہوش ہو جاتے ہیں تو سب سے پہلے جبرائیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں۔

(۷) چونکہ ہر آسمان کے فرشتے جبرائیلؑ سے سوال کرتے ہیں' لہٰذا وہ سب کو جواب دیتے ہیں۔

(۸) بے ہوشی اور غشی تمام آسمانوں کے فرشتوں پر طاری ہوتی ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ کے کلام سے آسمان لرز جاتے ہیں۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ اللہ کی وحی کو منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔

(۱۱) شیاطین چوری چھپے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱۲) اس مقصد کے لئے وہ ایک دوسرے کے اوپر سوار ہو جاتے ہیں۔

(۱۳) ان شیاطین پر شہاب چھوڑا جاتا ہے۔

(۱۴) بعض اوقات کاہن تک بات پہنچنے سے قبل ہی شہاب اس شیطان کو خاکستر کر دیتا ہے اور کبھی شہاب کے آنے سے پہلے پہلے یہ شیطان اپنے انسانی دوست کو بات بتا چکا ہوتا ہے۔

(۱۵) بعض اوقات کاہن کی بات صحیح ثابت ہو جاتی ہے۔

(۱۶) اور کاہن اس ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔

(۱۷) کاہن کے جھوٹوں کو لوگ محض اس لئے درست مان لیتے ہیں کہ اس کی ایک بات تو صحیح تھی' حالانکہ وہ بات آسمان سے سنی گئی ہوتی ہے۔

(۱۸) نفوس انسانی باطل کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں' اور کاھن کی صرف اس ایک بات کو مد نظر رکھتے ہیں اور اس کی ایک سو غلط باتوں کو نہیں دیکھتے۔

(۱۹) شیاطین اس ایک بات کو ایک دوسرے سے حاصل کر کے یاد کر لیتے ہیں اور اس سے (دوسرے جھوٹوں کے صحیح ہونے پر) استدلال کرتے ہیں۔

(۲۰) اس باب سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات بھی ہوتا ہے۔ اشاعرہ معطلہ اس کی صفات کے منکر ہیں۔

(۲۱) آسمانوں پر طاری ہونے والی دہشت و کپکپی اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتی ہے۔

(۲۲) تمام فرشتے اللہ تعالیٰ (کی عظمت کے تصور سے اس) کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

باب: ۱۷

شفاعت کا بیان

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَأَنذِرْ بِهِ ٱلَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوٓا۟ إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۙ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِۦ وَلِىٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴾ (الأنعام٦/ ٥١)

"اور (اے محمد (ﷺ!) آپ اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو نصیحت کریں جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے اس حال میں پیش کئے جائیں کہ ان کا اللہ کے سوا کوئی مددگار یا سفارشی نہ ہو' شاید کہ یہ لوگ اللہ سے ڈر جائیں)۔"

اور فرمایا:

﴿ قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَٰعَةُ جَمِيعًا ﴾ (الزمر٣٩/ ٤٤)

''(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجئے کہ ہر قسم کی شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ مَن ذَا ٱلَّذِى يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ ﴾ (البقرہ۲/ ۲۵۵)

''کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟''

اور نیز فرمایا:

﴿ وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ لَا تُغْنِى شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا إِلَّا مِنۢ بَعْدِ أَن يَأْذَنَ ٱللَّهُ لِمَن يَشَآءُ وَيَرْضَىٰٓ ﴾ (النجم۵۳/ ۲۶)

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ جس کے لئے شفاعت کی اجازت دے اور پسند کرے۔''

نیز فرمایا:

﴿ قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُۥ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُۥ ﴾ (سبأ۳۴/ ۲۲_۲۳)

(اے محمد ﷺ! ان مشرکین سے) کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن کو تم معبود سمجھتے ہو' انہیں پکار کر دیکھو' وہ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور زمین و آسمان (کی ملکیت' یا ان کی تخلیق) میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے اور اللہ کے حضور (کسی کے لیے کوئی) سفارش مفید نہیں ہو گی' مگر اس کے لیے جس کے بارے میں (سفارش کی) وہ اجازت بخش دے۔''

شیخ الاسلام ابوالعباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ تمام مخلوق سے ان باتوں کی نفی کر دی جن سے مشرکین استدلال کرتے تھے۔ مثلاً اس بات کی نفی کی ہے کہ کسی کو زمین و آسمان میں کسی قسم کی قدرت و اختیار کلی ہو' یا جزوی اختیارات ہوں' یا کوئی اللہ کا مددگار ہو' البتہ سفارش ہی باقی ہے' چنانچہ وہ بھی اسی کے لئے مفید ہو گی جس کے حق میں سفارش کی اجازت اللہ تعالیٰ خود دیں گے' جیسا کہ فرمایا:

﴿ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ٱرْتَضَىٰ ﴾ (الأنبياء۲۱/ ۲۸)

''اور وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے بجز اس کے جس سے اللہ راضی ہو۔''

پس وہ سفارش جس کے مشرکین قائل ہیں، قیامت کے دن معدوم ہوگی (یعنی ان کو حاصل نہیں ہو سکے گی) جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی نفی کی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "آپؐ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر فوراً سفارش کی بجائے پہلے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے اور اس کی حمد و ثنا کریں گے۔ اس کے بعد آپؐ سے کہا جائے گا "اپنا سر اٹھائیں اور بات کریں، آپؐ کی بات سنی جائے گی، آپؐ سوال کریں، آپؐ جو مانگیں گے دیا جائے گا، آپؐ سفارش کریں، آپؐ کی سفارش قبول ہو گی۔"

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ!) سب سے زیادہ خوش نصیب کون ہے جو آپ کی سفارش کا حقدار ہو گا؟

آپؐ نے فرمایا "جس نے خلوص دل سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کیا"۔

پس ثابت ہوا کہ یہ سفارش اللہ کی اجازت سے صرف خلوص دل سے کلمہ پڑھنے والوں کو حاصل ہوگی اور مشرکین کو حاصل نہیں ہوگی۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلص اہل توحید پر اپنا خصوصی فضل فرمائے گا اور جن لوگوں کو سفارش کی اجازت دے گا، ان کی دعا کے سبب اہل توحید کی مغفرت کرے گا، اس طرح سفارش کرنے والے (رسول اللہؐ) کا اکرام کرے گا اور وہ مقام محمود پائیں گے۔ پس جس شفاعت کا قرآن نے انکار کیا ہے، اس سے مراد وہ شفاعت ہے جس میں شرک کی آمیزش ہو۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد مقامات پر اپنی اجازت سے شفاعت کا اثبات کیا جا رہا ہے اور نبی ﷺ نے صاف صاف فرمایا ہے کہ شفاعت صرف اہل توحید اور اہل اخلاص کے لئے ہوگی۔

مسائل

(۱) ان آیات قرآنیہ کی تفسیر (جن میں اللہ کے سامنے شفاعت کا بیان ہے)۔

(۲) ناقابل قبول شفاعت کی وضاحت ہے۔

(۳) قابل قبول شفاعت کا تذکرہ ہے۔

(۴) شفاعت کبریٰ کا ذکر ہے جسے مقام محمود بھی کہتے ہیں۔

(۵) آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے انداز کا بیان کہ آپ جاتے ہی شفاعت نہیں کریں گے، بلکہ سب سے پہلے آپ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے پھر اجازت ملنے پر شفاعت کریں گے۔

(۶) شفاعت کے سب سے زیادہ سعادت مند آدمی کا بیان ہے۔

(۷) یہ سفارش مشرکین کو حاصل نہیں ہوگی۔
(۸) حقیقت شفاعت کا بیان ہے۔

باب:۱۸

ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ إِنَّكَ لَا تَهۡدِي مَنۡ أَحۡبَبۡتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهۡدِي مَن يَشَآءُۚ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ ﴾
(القصص۲۸/ ۵۶)

"(اے محمد ﷺ!) آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔"

اور ایک مقام پر حضرت سعید بن مسیب اپنے باپ حضرت مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس کے پاس عبداللہ بن ابی امیہ اور ابو جهل بھی بیٹھے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

«يَا عَمِّ! قُلْ لَا إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ، فَقَالَا لَهُ: أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ؟ فَأَعَادَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَعَادَا فَكَانَ آخِرَ مَا قَالَ: هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ، مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن يَسۡتَغۡفِرُواْ لِلۡمُشۡرِكِينَ وَلَوۡ كَانُوٓاْ أُوْلِي قُرۡبَىٰ ﴾ وَأَنْزَلَ اللهُ فِي أَبِي طَالِبٍ: ﴿ إِنَّكَ لَا تَهۡدِي مَنۡ أَحۡبَبۡتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهۡدِي مَن يَشَآءُۚ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ ﴾ (صحيح بخاری وصحيح مسلم)

"اے چچا جان! کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلو، میں تمہارے لئے یہی کلمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور

دلیل پیش کروں گا' وہ دونوں (عبداللہ بن ابی امیہ اور ابو جہل) بولے کیا تم عبدالمطلب کے مذہب کو چھوڑ دو گے؟ آپ ﷺ اور دونوں سردار اپنی اپنی باتیں دہراتے رہے' چنانچہ ابو طالب نے آخر میں یہی کہا کہ وہ عبدالمطلب کے مذہب پر قائم ہے اور اس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "جب تک مجھے روکا نہ جائے' میں تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن يَسۡتَغۡفِرُواْ لِلۡمُشۡرِكِينَ وَلَوۡ كَانُوٓاْ أُوْلِي قُرۡبَىٰ ﴾ (التوبة۹/ ۱۱۳)

"نبی اور اہل ایمان کو زیبا نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں' خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔" اور اللہ تعالیٰ نے ابو طالب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ إِنَّكَ لَا تَهۡدِي مَنۡ أَحۡبَبۡتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهۡدِي مَن يَشَآءُۚ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ ﴾ (القصص۲۸/ ۵۶)

"(اے محمد! ﷺ) آپؐ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے' لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔"

مسائل

(۱) آیت کریمہ ﴿ إِنَّكَ لَا تَهۡدِي مَنۡ أَحۡبَبۡتَ ﴾ کی تفسیر ہے۔

(۲) آیت کریمہ ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن يَسۡتَغۡفِرُواْ لِلۡمُشۡرِكِينَ ﴾ کی تفسیر ہے۔

(۳) آپ ﷺ کے فرمان "قل لا الہ الا اللہ کی تفسیر ایک اہم مسئلہ (وہ یہ ہے کہ محض زبان سے لا الہ الا اللہ پڑھ لینا کافی نہیں' بلکہ دلی اقرار بھی ضروری ہے) اس میں علم کے ان دعویداروں کی تردید ہے جو محض زبان سے اقرار کر لینے کو کافی سمجھتے ہیں۔

(۴) جب نبی ﷺ نے اپنے چچا سے "لا الہ الا اللہ" پڑھنے کا کہا تو ابو جہل اور اس کے ساتھی جانتے تھے کہ آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟ (اس لئے وہ ابو طالب کو عبدالمطلب کے مذہب پر قائم رہنے کی تلقین کرتے رہے) اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا برا کرے جن سے ابو جہل اصل دین (کلمہ لا الہ الا اللہ) کے مفہوم کو بہتر جانتا تھا۔

(۵) آپؐ نے اپنے چچا کو مسلمان کرنے کی پوری اور انتہائی کوشش کی۔

(۶) جو لوگ عبدالمطلب اور اس کے اسلاف کو مسلمان سمجھتے ہیں' اس سے ان کی بھی تردید ہے۔

(۷) آپؐ نے ابوطالب کے لئے مغفرت کی دعا کی' لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ اس کی مغفرت نہ کی' بلکہ آپؐ کو بھی دعا کرنے سے روک دیا۔

(۸) یہ بھی ثابت ہوا کہ برے لوگوں کی صحبت کا انسان کو نقصان ہی ہوتا ہے۔

(۹) اپنے اکابر واسلاف کی تعظیم (میں غلو کرنا) نقصان دہ ہے (اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ گمراہ ہوں)

(۱۰) باطل پرستوں کو اس میں ابوجہل کے استدلال کی وجہ سے مغالطہ ہوا۔

(۱۱) نجات کا دارومدار آخری زندگی کے اعمال پر ہے' کیونکہ اگر ابوطالب بوقت وفات کلمہ کا اقرار لیتا تو اسے ضرور فائدہ ہوتا۔

(۱۲) گمراہ لوگوں کے دلوں میں راسخ اس بڑے مغالطے کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہئے' اس لئے کہ ابوطالب کے قصہ میں مذکور ہے کہ سرداران مکہ اسی مغالطے کی بنا پر ابوطالب سے جھگڑتے رہے۔ حالانکہ نبی ﷺ نے مبالغے اور تکرار کے ساتھ (ابو طالب کے لئے) کلمہ پیش کیا' اس لئے وہ اس پر اڑے رہے۔

باب: ۱۹

بنی آدم کے کفر اور ترک دین کا بنیادی سبب بزرگوں کے بارے میں غلو (عزت و تکریم میں حد سے بڑھ جانا) ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ وَلَا تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّۚ﴾
(النساء٤/ ١٧١)

"اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کے متعلق حق کے سوا کوئی بات

نہ کرو۔" اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ (نوح ۷۱/ ۲۳)

کے بارے میں مروی ہے کہ:

«هٰذِهِ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوْا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَي قَوْمِهِمْ: أَنِ انْصِبُوْا إِلَي مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ فِيْهَا أَنْصَابًا، وَسَمُّوْهَا بِأَسْمَائِهِمْ، فَفَعَلُوْا وَلَمْ تَعْبُدْ، حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُوْلَئِكَ وَنُسِيَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ» (صحيح بخاری)

"یہ سب (ود، سواع، یغوث، یعوق، نصر) قوم نوح کے صالح لوگ تھے، جب وہ مرگئے تو شیطان نے ان کی قوم کو سمجھایا کہ یہ نیک لوگ جہاں بیٹھا کرتے تھے، وہاں بطور یادگار پتھر نصب کر دو اور ان پتھروں کو ان کے ناموں سے موسوم کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، لیکن اس دور میں ان پتھروں کو پوجا نہ گیا جب یہ لوگ مرگئے اور بعد والوں پر جہالت چھاگئی، علم جاتا رہا اور اصل بات بھول گئی، تو انہوں نے ان یادگاروں کی پرستش شروع کر دی۔"

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "متعدد اسلاف اہل علم نے بیان کیا ہے کہ جب وہ مرگئے تو پہلے یہ لوگ ان کی قبروں کے مجاور بنے، پھر ان کے مجسّمے بنائے، پھر زمانہ دراز گزرنے پر ان کی عبادت کرنے لگے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقَالُوْا: عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ» (أخرجاه أي بخاري ومسلم)

"تم میری تعریف کرنے میں حد سے نہ گزر جانا، جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تعریف میں نصاریٰ حد سے تجاوز کر گئے۔ میں تو ایک بندہ ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔"

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ» (مسند أحمد، سنن الترمذي، سنن أبي داود وسنن ابن ماجة)

"غلو سے بچ کر رہو، تم سے پہلے لوگوں کو غلو (مبالغہ) ہی نے ہلاک کیا تھا۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ» ـ «قَالَهَا ثَلَاثًا» (صحيح مسلم)

"تکلف کرنے والے اور حد سے بڑھنے والے ہلاک ہو جائیں" آپؐ نے یہ بات تین بار فرمائی"

مسائل

(۱) جو شخص زیر بحث باب اور اس کے بعد والے دو ابواب اچھی طرح سمجھ لے' اس پر اسلام کی' باقی ادیان سے جداگانہ حیثیت واضح ہو جائے گی اور دلوں کے پھیرنے میں اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجیب وغریب کرشمے نظر آئیں گے۔

(۲) روئے زمین پر رونما ہونے والا اولین شرک بزرگوں کے ساتھ حد درجے کی محبت اور ان کی عظمت میں غلو کے سبب ہوا۔

(۳) سب سے پہلے جس چیز میں تغیر و تبدل ہوا' وہ انبیاء کرام کا دین تھا' اس (باب میں غور و فکر کرنے سے دین میں تغیر) کے اسباب بھی معلوم ہوتے ہیں' حالانکہ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ ہی نے مبعوث فرمایا تھا (پھر بھی لوگوں نے ان کی پرواہ نہ کی)۔

(۴) لوگ بدعات و محدثات کو جلد قبول کر لیتے ہیں' حالانکہ شریعت اسلامیہ اور فطرت سلیمہ ان چیزوں کو قبول نہیں کرتی۔

(۵) شرک شروع ہونے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ حق اور باطل کو آپس میں خلط ملط کر دیا گیا تھا' جس کے دو واضح اسباب تھے:
ایک تو بزرگوں کے ساتھ حد درجہ کی عقیدت و محبت تھی اور دوسرا یہ کہ بعض اہل علم ودین نے کچھ ایسے امور سرانجام دیئے کہ جن میں ان کی نیتیں درست تھیں' مگر بعد والوں نے یہ سمجھا کہ ان اہل علم کی مراد کچھ اور تھی۔

(۶) سورہ نوح کی اس آیت کی تفسیر (جس میں مختلف بتوں کے نام ذکر ہیں)

(۷) فطری طور پر انسان کا مزاج اور اس کی طبیعت ہی کچھ ایسی ہے کہ اس کے دل میں حق (آہستہ آہستہ) کم ہوتا جاتا ہے جبکہ باطل بڑھتا رہتا ہے۔

(۸) اسلاف اہل علم کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ بدعات' کفر کا سبب بنتی ہیں۔

(۹) شیطان ابلیس بدعت کے انجام سے خوب آگاہ ہے (کہ یہ کس طرح انسان کو تباہ کر دیتی ہے) اگرچہ بدعت جاری کرنے والے کی نیت اچھی ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۰) اس باب سے ایک اور قاعدہ اور اصول ثابت ہوتا ہے کہ غلو سے قطعی طور پر اجتناب کرنا چاہئے۔ (کیونکہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا) اور جو غلو کی طرف مائل کرے اس کے متعلق بھی

علم ہونا چاہیے۔

(۱۱) قبر پر کسی صالح عمل کی انجام دہی کے لئے بیٹھنا انتہائی نقصان دہ ہے۔

(۱۲) مجسموں کی ممانعت اور ان کے مٹا ڈالنے کی حکمت کا پتہ چلتا ہے۔

(۱۳) اس تفصیل سے جہاں یہ (وقوع شرک کا) عظیم واقعہ معلوم ہوتا ہے' وہاں اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کا جاننا ضروری ہے' لیکن اکثر مسلمان اس سے غافل اور لاعلم ہیں۔

(۱۴) افسوس کی بات تو یہ ہے کہ لوگ یہ واقعہ کتب تفسیر و حدیث میں پڑھتے ہیں اور سمجھتے بھی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے دلوں کے درمیان حائل ہوا تھا پھر بھی سمجھتے ہیں کہ قوم نوحؑ کا یہ عمل (قبرپرستی) بزرگوں کی غایت درجہ تعظیم' قبروں پر مجاور بننا وغیرہ افضل ترین عبادت ہے اور وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ جس بات سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے منع فرمایا ہے وہ ایسا کفر ہے جو کسی کے جان و مال کو مباح کرتا ہے۔

(۱۵) اس تفصیل میں یہ صراحت بھی ہے کہ (ان بتوں کو) پوجنے والوں کا ارادہ صرف یہ تھا کہ یہ بزرگ ہمارے سفارشی ہیں۔

(۱۶) بعد والے مشرکین نے گمان کیا کہ سابق اہل علم نے ان بزرگوں کی تصویریں عبادت کے لئے بنائی تھیں۔

(۱۷) آنحضرت ﷺ کے ارشاد مبارک «لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ» (کہ تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم میں کیا تھا) میں (مسلمانوں کے لئے) کھلا بیان اور عظیم نصیحت ہے۔ اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں آپؐ پر کہ آپؐ نے واضح طور پر تبلیغ کا حق ادا فرما دیا۔

(۱۸) آپ ﷺ نے ہمیں نصیحت فرمائی ہے کہ تکلف کرنے (اور) حد سے تجاوز کرنے والے ہمیشہ ہلاک ہوتے ہیں۔

(۱۹) اس سے علم کی اہمیت اور علم نہ ہونے کے نقصان کا بھی پتہ چلتا ہے کہ قوم نوحؑ میں علم ختم ہونے کے بعد ہی بتوں کی پوجا پاٹ شروع ہوئی تھی۔

(۲۰) علماء کا دنیا سے رخصت ہونا فقدان علم کا سبب ہے۔

باب:۲۰

کسی بزرگ کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ناجائز اور سنگین جرم ہے' چہ جائیکہ خود اس مرد صالح کی عبادت کی جائے۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کلیسا اور اس میں موجود تصویروں اور مجسّموں کا ذکر کیا جو کہ انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھا تھا تو آپؐ نے فرمایا:

«أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، أَوِ الْعَبْدُ الصَّالِحُ، بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ»(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

"ان لوگوں میں جب کوئی بزرگ فوت ہوجاتا تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں یہ تصاویر (مجسّمے) بنا دیتے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔"

ان لوگوں نے دو فتنوں کو یکجا کر دیا' ایک قبروں (کو عبادت گاہیں بنانے) کا اور دوسرا (ان میں) مجسّمے اور تصویریں بنانے کا۔

اور (ایک دوسرے مقام پر) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی علامات ظاہر ہوئیں تو آپؐ (شدت تکلیف سے) اپنے چہرہ مبارک پر چادر اوڑھ لیتے اور جب دم گھٹتا تو چادر کو ہٹا لیتے' اسی عالم میں آپؐ نے فرمایا:

«لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُوْدِ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ، وَلَوْلاَ ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا»(بخاری ومسلم)

"یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو' انہوں نے انبیاء کرام کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔" اس سے آپ کا مقصد اپنی امت کو ایسے طرز عمل سے روکنا تھا' اگر آپؐ کی قبر کو سجدہ گاہ بنانے کا خدشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی (عام صحابہؓ کی طرح) ظاہر ہوتی۔

اور حضرت جندب بن عبداللہ بجلیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ یوم قبل میں نے آپؐ

کو یہ فرماتے سنا:

«إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللهَ قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلاً، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلاً لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلاً، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ» (صحيح مسلم)

"میں اللہ کے سامنے اس بات سے برأت کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا دوست (خلیل) ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے، جیسا کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو دوست بنانا چاہتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔ خبردار! تم سے پہلے لوگ انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے۔ خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنالینا میں تمہیں اس طرز عمل سے منع کرتا ہوں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل شنیع سے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں منع فرمایا، پھر آپ نے موت وحیات کی کشمکش میں ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔

(معلوم ہوا کہ اگر) قبرپرستی نہ بھی ہو تب بھی قبر کے پاس نماز پڑھنا منع ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول «خَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا» کا مطلب بھی یہی ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر مسجد بنائیں کیونکہ جس جگہ نماز پڑھنا مقصود ہو وہ مسجد ہی ہے، بلکہ ہر وہ جگہ جہاں نماز ادا کی جائے، اسے مسجد کا نام دیا جاتا ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا» (صحيح بخاري وصحيح مسلم)

"تمام روئے زمین کو میرے لئے مسجد اور ذریعہ طہارت (وضو کے لئے پانی کا قائم) بتایا گیا ہے۔"

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ» (رواه أحمد في مسنده بسند جيد رأبوحاتم في صحيحه)

"سب سے بدترین وہ ہوں گے جن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ بھی (سب سے بدتر ہیں) جو قبروں کو مساجد کا درجہ دیں۔" (مسند احمد میں عمدہ سند کے ساتھ مروی ہے اور اسے ابو حاتم نے بھی الصحیح میں روایت کیا ہے)

مسائل

(۱) کسی بزرگ کی قبر کے پاس مسجد تعمیر کر کے عبادت کرنے والے پر آنحضرت ﷺ کی ڈانٹ' اگرچہ مسجد بنانے والے کی نیت صحیح ہی ہو۔

(۲) تصاویر و مجسّمے بنانے کی حرمت اور اس پر شدید وعید ہے۔

(۳) اس عمل کی مذمت کے معاملہ میں آنحضرت ﷺ کے مبالغہ سے عبرت حاصل ہوتی ہے کہ پہلے تو آپؐ نے اس کام سے ویسے منع فرمایا تھا' پھر آخر عمر میں وفات سے پانچ روز قبل مزید تنبیہہ فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے جب آپؐ کا سفر آخرت شروع ہونے والا تھا' (اسی پر اکتفا نہ کیا' بلکہ) اس سے پھر ایک بار سخت ممانعت فرمائی۔

(۴) آپؐ نے اپنی قبر پر بھی اس عمل سے منع فرما دیا' حالانکہ ابھی آپؐ کی قبر موجود نہ تھی۔

(۵) انبیاء و صلحاء کی قبروں پر مساجد بنا کر ان میں عبادت کرنا' یہود و نصاریٰ کا طرز عمل ہے۔

(۶) اس عمل پر آپؐ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی۔

(۷) اس طرز عمل کی وجہ سے یہود و نصاریٰ پر آپؐ کے لعنت کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ مسلمان آپؐ کی قبر پر ایسا کارنامہ انجام نہ دیں۔

(۸) اس سے آپؐ کی قبر کو کھلا اور عام جگہ پر نہ بنانے کی وجہ اور مصلحت بھی معلوم ہوتی ہے۔

(۹) قبروں کو مسجد بنانے کے معنی کی بھی وضاحت ہے۔

(۱۰) آنحضرت ﷺ نے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے والوں اور جن لوگوں پر قیامت قائم ہو گی' دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے' گویا آپؐ نے کفر یا شرک کے وقوع پذیر ہونے سے قبل ہی اس کے اسباب اور اس کے انجام کا ذکر فرما دیا ہے۔

(۱۱) آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل اپنے خطبہ میں ان دو گروہوں کا رد فرما دیا جو اہل بدعت میں سے سب سے زیادہ برے ہیں' بلکہ بعض اہل علم نے تو انہیں بہتر (۷۲) گروہوں سے بھی خارج کر دیا ہے۔ ان دو گروہوں میں سے ایک رافضہ اور دوسرا جہمیہ ہے۔ خصوصاً روافض کی وجہ سے مسلمانوں میں شرک اور قبر پرستی کی ابتدا ہوئی اور انہی روافض نے سب سے پہلے قبروں پر مساجد بنانے کا سلسلہ شروع کیا۔

(۱۲) آپؐ کو نزع کے وقت بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

(۱۳) آپؐ کو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہونے کے وصف سے نوازا گیا ہے۔

(۱۴) خلیل ہونے کا درجہ مقام محبت سے اونچا ہے۔

(۱۵) اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

(۱۶) اس ارشاد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

باب:۲۱

بزرگوں کی قبروں کے بارے غلو کرنے کا انجام شرک اکبر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

«اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»(رواه مالك فى المؤطا)

”یا اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا، جسے لوگ پوجنا شروع کر دیں۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب اور قہر نازل ہو جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا تھا۔“

ابن جریر رحمہ اللہ نے آیت مبارکہ ﴿ أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ﴾ کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ سفیان اور منصور کے طریق سے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ ”لات“ حجاج کرام کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا، جب یہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے۔ ابوالجوزاء بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ”لات“ حجاج کرام کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ:

«لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ، وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ»(رواه أهل السنن)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کو جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور آپؐ نے

ان لوگوں کو بھی ملعون قرار دیا جو قبروں پر مساجد بناتے اور چراغاں کرتے ہیں۔" (اس کو اھل سنن نے روایت کیا ہے)

مسائل

(۱) اوثان کی تشریح و توضیح ہے۔
(۲) عبادت کا معنی و مفہوم واضح ہوتا ہے۔
(۳) رسول اللہ ﷺ نے صرف اسی چیز سے پناہ مانگی، جس کے وقوع پذیر ہونے کا آپؐ کو اندیشہ تھا۔
(۴) جہاں آپؐ نے یہ دعا کی کہ "یا اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جائے" وہاں آپؐ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ "پہلے لوگوں نے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا تھا۔"
(۵) آپؐ نے بیان فرمایا کہ ایسے کام کرنے والوں پر اللہ کا شدید قہر و غضب نازل ہوا تھا۔
(۶) ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ لات جو عرب کا سب سے بڑا بت تھا، اس کی کس طرح عبادت شروع ہوئی تھی۔
(۷) یہ بات معلوم ہوئی کہ لات ایک بزرگ کی قبر تھی۔
(۸) لات، صاحب قبر کا نام ہے اور اس کی وجہ تسمیہ بھی مذکور ہے۔
(۹) آپؐ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو قبرں کی زیارت کو جاتی ہیں۔
(۱۰) آپ نے قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر بھی لعنت فرمائی۔

باب: ۲۲

آنحضرت ﷺ کا توحید کی مکمل حفاظت اور ذریعہ شرک بننے والی ہر راہ کو بند کرنا۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴾

(التوبة۹/ ۱۲۸۔۱۲۹)

"(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ تمہاری تکلیف اسے شاق گزرتی ہے' وہ تمہاری (فلاح وہدایت کا) حریص ہے اور اہل ایمان کے لئے نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' میرا بھروسہ اسی پر ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے"

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا، وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ »(رواه أبوداود بإسناد حسن ورواته ثقات)

"اپنے گھروں کو (نماز' دعا اور تلاوت قرآن ترک کر کے) قبرستان نہ بناؤ اور نہ میری قبر کو میلہ (گاہ) بناؤ اور تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود (وسلام) پڑھتے رہو' تمہارے درود وسلام مجھے پہنچ جائیں گے۔" (اس کو ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اور اس کے راوی ثقہ ہیں)

زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے گرد بنی دیوار میں ایک شگاف سے اندر داخل ہو کر قبر کے پاس دعا کرتے ہوئے دیکھا تو اسے روک دیا اور کہا "کیا میں تجھے وہ حدیث نہ بتاؤں جو میرے باپ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) نے میرے دادا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی! آپ نے فرمایا تھا:

«لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَلَا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ تَسْلِيْمَكُمْ يَبْلُغُنِيْ أَيْنَ كُنْتُمْ»(رواه فى المختارة)

"میری قبر کو میلہ (گاہ) نہ بنانا اور تم (نماز' دعا اور تلاوت قرآن ترک کر کے) اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنا لینا اور مجھ پر درود پڑھتے رہنا' اس لئے کہ تم جہاں بھی ہو گے' تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔"

(۱) سورۂ برأت (توبہ) کی آخری دو آیتوں کی تفسیر و توضیح ہے۔

(۲) آنحضرت ﷺ کا اپنی امت کو حدود شرک سے بہت دور رہنے کی ہدایت اور حکم ہے۔
(۳) نبی اکرم ﷺ ہم (یعنی اپنی امت) پر نہایت شفیق و مہربان اور ہماری رشد وہدایت پر انتہائی حریص تھے۔
(۴) آپؐ نے مخصوص انداز میں اپنی قبر کی زیارت سے منع فرمایا ہے' حالانکہ آپؐ کی قبر کی زیارت (شرعی حدود و قیود میں رہ کر کی جائے تو یہ) انتہائی فضیلت والے اعمال میں سے ہے۔
(۵) نبی ﷺ نے بار بار زیارت قبر کے لئے جانے سے منع فرمایا ہے۔
(۶) آپؐ نے نفلی نماز گھر میں بجالانے کی ترغیب دی ہے.
(۷) صحابہ کرامؓ کے ہاں یہ بات مسلم اور معروف تھی کہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔
(۸) صلوٰۃ وسلام کے بارے میں آپؐ نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ آدمی کا درود وسلام مجھے پہنچ جاتا ہے۔ خواہ وہ دور ہی ہو' لہٰذا اس غرض سے قریب آنے کی ضرورت نہیں۔
(۹) اس میں یہ بھی بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ برزخ میں ہیں اور امت کے اعمال میں سے درود وسلام آپؐ پر پیش کئے جاتے ہیں۔
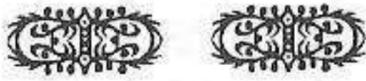
باب: ۲۳

امت محمدیؐ کے بعض افراد کا بت پرستی میں مبتلا ہونا

ارشاد الٰہی ہے.

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا﴾ (النساء ٤/ ٥١)

"کیا آپؐ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا' وہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان لانے والوں سے زیادہ صحیح راستے

پر ہیں۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ﴾ (المائدہ۵/ ۶۰)

"(اے محمد ﷺ !) آپؐ ان سے کہہ دیں، کیا میں تمہیں ان لوگوں کی نشان دہی کر دوں جن کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاں فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے؟ وہ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور غضب ناک ہوا اور (جن کو) ان میں سے بندر اور سور بنا دیا اور جنہوں نے طاغوت کی بندگی کی۔"

نیز اللہ تعالیٰ فرمایا:

﴿ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴾ (الکہف۱۸/ ۲۱)

"جو لوگ ان کے معاملات پر غالب تھے، انہوں نے کہا، ہم تو ان (کی غار) پر ضرور مسجد (عبادت گاہ) بنائیں گے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَذْوَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوْا جُحْر ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوْهُ، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ؟ قَالَ: فَمَنْ؟» (أخرجاه أي بخاری ومسلم)

"تم پہلی امتوں کی پیروی کرتے ہوئے اس طرح ان کے برابر ہو جاؤ گے، جیسے تیر تیر کے برابر ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر وہ ضب (سانڈے) کے بل میں گھسے ہوں تو تم بھی جا گھسو گے۔" صحابہ کرامؓ نے کہا "آپؐ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا "اور کون؟"

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ زَوٰى لِيَ الأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيَ مِنْهَا، وَأُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ: الأَحْمَرَ وَالأَبْيَضَ، وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّيْ لِأُمَّتِيْ أَنْ لاَ يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ، وَأَنْ لاَ يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰى أَنْفُسِهِمْ، فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ، وَإِنَّ رَبِّيْ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لاَ يُرَدُّ، وَإِنِّيْ أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لاَ أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ، وَأَنْ لاَ أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ، وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا، حَتَّى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ

يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا»(صحيح مسلم)

”اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین اس حد تک سمیٹ دی کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھ لئے اور میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی' جہاں تک مجھے زمین سمیٹ کر دکھائی گئی۔ اور مجھے دو خزانے' ایک سرخ اور دوسرا سفید عطا کئے گئے۔ اور میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لئے یہ دعا کی کہ وہ عام قحط سالی سے اسے ہلاک نہ کرے۔ اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن مسلط نہ کرے جو انہیں تباہ کرکے رکھ دے۔ میرے رب نے فرمایا ”اے محمد (ﷺ!) میں جب کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اسے ٹالا نہیں جاسکتا۔ میں آپؐ کی امت کے بارے میں آپؐ کی یہ دعا قبول کرتا ہوں کہ میں انہیں عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن بھی مسلط نہیں کروں گا جو انہیں تباہ کرکے رکھ دے' اگرچہ سارے دشمن ان کے خلاف متحد اور مجتمع کیوں نہ ہوجائیں۔ البتہ وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور قیدی بھی بنائیں گے۔“

اور اسے حافظ برقانی نے بھی اپنی کتاب (الصحیح) میں روایت کیا ہے اور مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

«وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِيْ الأَئِمَةَ الْمُضِلِّيْنَ، وَإِذَا وَقَعَ عَلَيْهِمُ السَّيْفُ لَمْ يُرْفَعْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَلاَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّي يَلْحَقَ حَيٌّ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِيْنَ، وَحَتَّي تَعْبُدَ فِئَامٌ مِنْ أُمَّتِيْ الْأَوْثَانَ، وَإِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِي أُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلاَثُوْنَ، كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ، لاَ نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَلاَ تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ عَلَي الْحَقِّ مَنْصُوْرَةٌ، لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى»

”مجھے اپنی امت کے بارے میں صرف گمراہ پیشواؤں کا خدشہ ہے اور جب ان میں ایک دفعہ تلوار چل پڑی تو قیامت تک بند نہیں ہو گی۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میری امت کی ایک جماعت مشرکین سے نہ جا ملے اور میری امت کے بہت سے گروہ بت پرستی نہ کرنے لگیں اور میری امت میں تیس دجال ہوں گے' وہ سب کے سب نبوت کا دعویٰ کریں گے حالانکہ میں خاتم الانبیاء (آخری نبی) ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ (قیامت تک) حق پر رہے گا اور ان کی (اللہ تعالیٰ

کی طرف سے) مدد کی جائے گی اور انہیں چھوڑ جانے والے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے' یہاں تک کہ اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آجائے۔"

مسائل

(۱) سورۂ نساء کی آیت (جس میں اہل کتاب کے بتوں اور شیطان کی پوجا کرنے کا ذکر ہے) کی تفسیر۔

(۲) سورۂ مائدہ کی آیت (جس میں فاسقوں سے بد تر لوگوں کا ذکر ہے) کی تفسیر۔

(۳) سورۂ کہف کی آیت (جس میں اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنانے کا ذکر ہے) کی تفسیر۔

(۴) سب سے اہم بات' جبت (بت) اور طاغوت (شیطان) پر ایمان لانے کے معنی و مفہوم کا بیان ہے کہ کیا اس سے مراد قلبی اعتقاد ہے یا ان سے نفرت اور ان کے بطلان کا اعتقاد رکھتے ہوئے بظاہر ان کی موافقت؟

(۵) اس سے یہود کی یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اپنے کفر سے واقف کفار' اہل ایمان سے زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔

(۶) ایک اہم مسئلہ جو اس باب کا مقصود و عنوان ہے' یہ ہے کہ اہل حق کی ایک جماعت ہر زمانے میں موجود رہے گی' جیسا کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کا بیان موجود ہے۔

(۷) اس امت کے بہت سے گروہ بت پرستی میں مبتلا ہوں گے۔

(۸) تعجب تو اس بات پر ہے کہ مختار ثقفی جیسا شخص نبوت کا دعویٰ کرنے لگا' حالانکہ وہ توحید و رسالت کا اعتراف اور اس امت کے فرد ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور یہ بھی مانتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برحق اور قرآن مجید سچی کتاب ہے اور اس قرآن میں یہ بھی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔ اس کی باتوں میں اس قدر واضح تضاد کے باوجود لوگ اس کی تصدیق کرتے رہے' صحابہ رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں ظاہر ہوا اور بہت سے گروہوں نے اسکی پیروی کی۔

(۹) یہ بشارت بھی ہے کہ امت محمدیہ کلی طور پر ختم نہیں ہوگی' جیسا کہ سابقہ زمانوں میں ہوتا رہا ہے' بلکہ ایک جماعت قیامت تک حق پر رہے گی۔

(۱۰) اہل حق کی ایک بڑی نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کو چھوڑ جانے اور ان کی مخالفت کرنے والے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔

(۱۱) اہل حق کا وجود قیامت تک رہے گا۔

(۱۲) مذکورہ بالا حدیث میں مندرجہ ذیل عظیم نشانیاں ہیں:

* آپ ﷺ کا یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے زمین کے مشارق و مغارب سمیٹ دیئے اور جو کچھ آپؐ نے فرمایا وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔ بخلاف شمال و جنوب کے۔ (کہ آپؐ نے ان کا ذکر ہی نہیں فرمایا)
* آپ کا یہ خبر دینا کہ امت کے بارے میں آپؐ کی پہلی دو دعائیں قبول ہو گئی ہیں۔
* اور یہ فرمانا کہ آپ کی تیسری دعا قبول نہیں ہوئی۔
* آپ کا یہ خبر دینا کہ میری امت میں اگر تلوار چل نکلی تو قیامت تک نہ رکے گی۔
* آپ کا یہ خبر دینا کہ اس امت میں نبوت کے دعویدار جھوٹے نبی پیدا ہوں گے۔
* آپ کا قیامت تک طائفۂ منصورہ کے موجود رہنے کی خبر دینا اور یہ تمام امور حرف بحرف آپ کی پیشین گوئی کے مطابق پورے ہوئے' حالانکہ عقلی طور پر ان تمام امور کا وقوع پذیر ہونا بہت مشکل اور بعید ہے۔

(۱۳) نبی اکرم ﷺ نے امت کے صرف گمراہ پیشواؤں سے خطرہ محسوس کیا۔

(۱۴) آپؐ نے عبادت اوثان (بت پرستی) کے معنی و مفہوم کی وضاحت فرمائی ہے۔
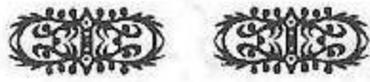
باب : ۲۴

جادو کا بیان

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَلَقَدْ عَلِمُوا۟ لَمَنِ ٱشْتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ مِنْ خَلَـٰقٍ ﴾ (البقرہ۲/ ۱۰۲)

"اور وہ خوب جانتے تھے کہ اسے حاصل کرنے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے"۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ يُؤْمِنُونَ بِٱلْجِبْتِ وَٱلطَّـٰغُوتِ ﴾ (النساء٤/ ٥١)

"وہ بتوں اور شیطانوں کو مانتے ہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

«اَلْجِبْتُ: السِّحْرُ، وَالطَّاغُوْتُ : الشَّيْطَانُ»(رواه ابن أبی حاتم)

"جبت جادو اور طاغوت شیطان ہے۔"

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«اَلطَّوَاغِيْتُ كُهَّانٌ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فِيْ كُلِّ حَيٍّ وَاحِدٌ»(روی بنحوه ابن أبی حاتم)

"طاغوت وہ کاہن ہیں، جن پر شیطان اترتا تھا اور ہر محلے کا الگ کاہن ہوتا تھا۔"

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ! وَمَاهُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النُّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلاَتِ الْمُؤْمِنَاتِ»(صحيح بخاري وصحيح مسلم)

"سات مہلک کاموں سے بچ کر رہو، صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ سات کام کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔

۲۔ جادو کرنا۔

۳۔ کسی کو ناحق قتل کر ڈالنا

۴۔ سود خوری۔

۵۔ یتیم کا مال کھانا۔

۶۔ کفار سے مقابلے کے دن پیٹھ پھیر کہ بھاگ جانا۔

۷۔ پاکدامن اور عفیف اہل ایمان عورتوں پر تہمت لگانا۔"

اور حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ:

«حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ»(رواه الترمذي، وقال: الصحيح إنه موقوف)

"جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے۔" (اسے ترمذی نے ذکر کیا ہے اور ساتھ یہ کہا ہے کہ درست بات اس کا موقوف ہونا ہے)

اور بجالہ بن عبدہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

«كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنِ اقْتُلُوْا كُلَّ سَاحِرٍ وَسَاحِرَةٍ،

قَالَ : فَقَتَلْنَا ثَلاثَ سَوَاحِرَ»(صحیح بخاری)

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ہر جادوگر مرد اور عورت کو قتل کردو، تو ہم نے تین جادوگرنیوں کو قتل کیا۔“

اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ :

«إِنَّهَا أَمَرَتْ بِقَتْلِ جَارِيَةٍ لَّهَا سَحَرَتْهَا ، فَقُتِلَتْ»(مؤطا إمام مالك)

”انہوں نے اپنی لونڈی کو قتل کرنے کا حکم دیا جس نے ان پر جادو کر دیا تھا، چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔“

اسی طرح حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی ایک واقعہ منقول ہے

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جادوگروں کو قتل کرنا تین صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

مسائل

(۱) سورہ بقرہ کی آیت کی تفسیر۔ (جس میں جادو حاصل کرنے والا کا انجام بیان کیا گیا ہے)

(۲) سورۂ نساء کی آیت کی تفسیر۔ (جس میں جادوگروں کا بتوں اور شیطانوں کو ماننے کا تذکرہ ہے)

(۳) جبت اور طاغوت کا معنی اور ان کے مابین فرق۔

(۴) یہ بھی ثابت ہوا کہ طاغوت جن بھی ہوتے ہیں اور انسان بھی۔

(۵) اس سے ان سات کاموں کا بھی پتہ چلا جو انتہائی مہلک اور خاص طور پر ممنوع ہیں۔

(۶) جادوگر کافر ہے

(۷) جادوگر کو توبہ کرائے بغیر قتل کر دیا جائے۔

(۸) جادوگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی موجود تھے، تو اس کے بعد کے دور کا کیا حال ہو گا؟

باب: ۲۵

جادو کی چند اقسام

امام احمد بن حنبل ؒ، محمد بن جعفر سے روایت کرتے ہیں' وہ عوف سے' وہ حیان بن علاء سے' وہ قطن بن قبیصہ سے اور وہ اپنے باپ قبیصہ سے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ الْعِيَافَةَ وَالطَّرْقَ وَالطِّيَرَةَ مِنَ الْجِبْتِ»

"پرندوں کو اڑا کر فال لینا' زمین پر خطوط کھینچنا (علم رمل) اور کسی چیز کو دیکھ کر بدفالی اور بدشگونی لینا' یہ سب جادو کی اقسام ہیں۔"

عوف کہتے ہیں:

«اَلْعِيَافَةُ: زَجْرُ الطَّيْرِ» - «وَالطَّرْقُ: اَلْخَطُّ يُخَطُّ بِالأَرْضِ» -

«وَالْجِبْتُ: قَالَ الْحَسَنُ: رَنَّةُ الشَّيْطَانِ»

(العیافۃ: پرندوں کو اڑا کر فال بد لینا اور الطرق: سے مراد زمین پر خطوط کھینچنا ہے۔

یہ علم آج کل علم رمل کہلاتا ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں: شیطانی چیخ وپکار اور آہ وبکا "الجبت" ہے۔

ابوداؤد' نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کا صرف مرفوع حصہ روایت کیا ہے۔ (قال عوف) سے آگے کی عبارت انہوں نے روایت نہیں کی یہ صرف مسند احمد میں ہے۔)

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ النُّجُومِ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ، زَادَ مَا زَادَ»(رواه أبوداود، وإسناده صحيح»)

"جس نے علم نجوم کا کچھ حصہ سیکھا' اس نے اسی قدر جادو سیکھا' جتنا زیادہ سیکھتا جائے' اتنا ہی زیادہ اس کی وجہ سے گناہ میں اضافہ ہوتا جائے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

«مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً، ثُمَّ نَفَثَ فِيهَا فَقَدْ سَحَرَ، وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ، وَمَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ»(سنن نسائی)

جس شخص نے گرہ باندھ کر اس پر پھونک ماری' تحقیق اس نے جادو کیا۔ اور جو جادو کرے وہ شرک کا مرتکب ہوا۔ اور جو شخص (اپنے بازو' گلے' ہاتھ وغیرہ پر) کوئی چیز (باندھے) یا لٹکائے اسے اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔"

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَلاَ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ: الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ»(رواہ مسلم)

"کیا میں تمہیں العضہ کے متعلق بتاؤں کہ وہ کیا ہے؟ (پھر خود ہی فرمایا) وہ چغلی ہے، جس سے لوگوں میں فتنہ اور لڑائی ہو جائے"۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا» "بعض بیان میں بھی جادو (کا سا اثر) ہوتا ہے۔"

مسائل

(۱) عیافہ، طرق اور طیرہ سب جادو ہی کی اقسام ہیں۔
(۲) ان تینوں کی مکمل وضاحت اور تفصیل بھی سامنے آتی ہے۔
(۳) علم نجوم جادو ہی کی ایک قسم ہے۔
(۴) گرہ لگانا اور پھونک مارنا بھی جادو ہی ہے۔
(۵) چغلی کرنا بھی جادو کی ایک شکل ہے۔
(۶) بعض لوگوں کا فصیح و بلیغ کلام بھی بعض اوقات جادو کا اثر رکھتا ہے۔

باب:۲٦

نجومی اور غیب دانی کے دعوے دار

بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

«مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاَةُ أَرْبَعِينَ يَوْمًا»(صحیح مسلم)

"جس شخص نے کسی کاہن و نجومی کے پاس جاکر کچھ دریافت کیا اور پھر اس کی کہی ہوئی کسی بات کی تصدیق کی تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہ ہو گی۔"

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَي مُحَمَّدٍ ﷺ» (رواه أبوداود)

"جو شخص کسی نجومی کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارا گیا۔"

ایک اور جگہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، یوں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَتَى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلي مُحَمَّدٍ ﷺ» (للأربعة والحاكم، وقال صحيح على شرطهما، ولأبى يعلى بسند جيد عن ابن مسعود مثله موقوفا)

"جس شخص نے کسی نجومی یا کاہن کے پاس جا کر اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی، اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا"۔ (ائمہ اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) نے اسے ذکر کیا ہے اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور مسند ابی یعلیٰ میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہی روایت موقوف مروی ہے۔)

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ، أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ، وَمَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلي مُحَمَّدٍ ﷺ» (رواه البزار بإسناد جيد)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو فال نکالے، یا نکلوائے، کہانت کرے یا کرائے، جادو کرے یا کرائے۔ اور جو شخص کسی کاہن کے پاس جا کر اس کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے اس دین کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔" (اس کو بزار نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

اور یہی حدیث امام طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، تاہم اس میں «مَنْ أَتَى كَاهِنًا» سے آخر تک کے الفاظ نہیں ہیں۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ (العراف) وہ ہے جو چند باتوں سے معاملات کے علم کا دعویٰ کرے اور ان کی

روشنی میں چوری شدہ' یا گمشدہ چیز کی جگہ کی نشاندھی کرے' وغیرہ۔
بعض اہل علم نے کہا ہے کہ عراف کاہن ہے اور کاہن وہ ہے جو مستقبل میں ہونے والے امور کے متعلق خبر دیتا ہے' بعض کہتے ہیں کہ کاہن وہ ہے جو دل کی بات بتائے۔
شیخ الاسلام ابوالعباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں' عراف ایک جامع لفظ ہے جس کا اطلاق کاہن' نجومی' رمال اور اس قسم کے تمام لوگوں پر ہوتا ہے جو ان طریقوں سے بعض امور وواقعات کی اطلاع دے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''جو لوگ حروف ابجد لکھ کر حساب کرتے ہیں اور نجوم (ستاروں) سے رہنمائی لیتے ہیں' میرے نزدیک ایسا کرنے والوں کے لئے اللہ کے ہاں آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔''

مسائل

(۱) قرآن پر ایمان لانا اور کاہن کی بات کی تصدیق کرنا' یہ دونوں باتیں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔
(۲) اس میں یہ وضاحت وصراحت بھی ہے کہ کاہن کی تصدیق کرنا کفر ہے۔
(۳) کہانت کرانے والے کا تذکرہ موجود ہے۔
(۴) فال نکلوانے والے کا ذکر وارد ہے۔
(۵) جادو کرانے والے کا ذکر ہے۔
(۶) اور حروف ابجد لکھ کر حساب کرنے والے کا تذکرہ موجود ہے۔
(ان سب کا ذکر اس لیے ہے کہ یہ لوگ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں)
(۷) اس میں کاہن اور عراف کے مابین فرق کی وضاحت بھی ہے۔

باب: ۲۷

جادو ٹونے کے ذریعے جادو کے علاج کی ممانعت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ (یعنی جادو کے ذریعے جادو کے علاج) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

«هِيَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ»(رواه أحمد بسندٍ جيدٍ وأبوداود)

''یہ شیطانی عمل ہے''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ''امام احمدؒ سے نشرہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سب کاموں کو ناپسند سمجھتے تھے۔''

حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا اگر کسی پر جادو ہو' یا کوئی ایسا ٹونہ جس کے سبب وہ اپنی بیوی کے قریب نہ آسکتا ہو تو کیا اس کا دفعیہ کرنا' یا اس کو باطل کرنے کے لئے نشرہ یعنی منتر استعمال کرنا درست ہے؟ انہوں نے جواب دیا ''اس میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ اس سے جادو کرنے والوں کا مقصد اصلاح ہی ہے' نفع مند اور مفید شئے کے استعمال کی ممانعت نہیں۔''

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ''جادو کو جادوگر ہی اتار سکتا ہے''

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ ''سحرزدہ سے جادو کو دور کرنا نشرہ کہلاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ یہ کہ جادو کو جادو ہی سے دور کیا جائے۔ یہ شیطانی عمل ہے اور ناجائز ہے' اس صورت میں جادو دور کرنے والا اور جس پر جادو ہوا ہو' دونوں شیطان کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کے پسندیدہ کام کرتے ہیں اور ایسے اعمال بجا لاتے ہیں کہ شیطان خوش ہو کر سحرزدہ سے اپنا اثر ہٹا لیتا ہے۔ حسن بصری کا قول اسی صورت پر محمول کیا جائے گا۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ دم' تعوذ' ادویات اور جائز و مباح ادعیہ کے ساتھ جادو کا علاج کیا جائے' یہ جائز ہے۔

مسائل

(۱) جادو کا علاج جادو سے کرنے کی ممانعت ہے۔

(۲) حرام اور جائز علاج میں ایسا فرق اور وضاحت ہے جس سے اشکال اور شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

باب:۲۸

بدفالی اور بدشگونی

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ أَلَآ إِنَّمَا طَٰٓئِرُهُمۡ عِندَ ٱللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ ﴾ (الأعراف ۷/ ۱۳۱)

"خبردار! ان کی بدشگونی (نحوست) اللہ کے ہاں (مقدر) ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔"

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ قَالُواْ طَٰٓئِرُكُم مَّعَكُمۡ أَئِن ذُكِّرۡتُمۚ بَلۡ أَنتُمۡ قَوۡمٞ مُّسۡرِفُونَ ﴾ (یسٓ ۳۶/ ۱۹)

"رسولوں نے کہا، تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا (تم یہ باتیں) اس لئے کرتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے؟ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم لوگ حد سے تجاوز کر چکے ہو۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ عَدْوٰى وَلاَ طِيَرَةَ وَلاَ هَامَةَ وَلاَ صَفَرَ»(أخرجاه)

"کوئی بیماری متعدی نہیں، بدشگونی و بدفالی کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔ نہ الو (کا بولنا کوئی اثر رکھتا ہے۔ اور نہ ماہ صفر (منحوس ہے)"

صحیح مسلم میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

«وَلاَ نَوْءَ وَلاَ غُوْلَ»

"پچھتر اور بھوتوں کا بھی کوئی وجود نہیں" (۱)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ عَدْوٰى وَلاَ طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَالُ، قَالُوْا: وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ: الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ»(صحيح بخاری وصحيح مسلم)

---

(۱) (لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ستارے زمین اور اہل زمین پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسے پچھتر کہتے ہیں۔ اسلام نے اس عقیدہ کی نفی کی ہے۔ لہٰذا ستارے کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ مترجم)

"کوئی بیماری متعدی نہیں، نہ بدشگونی وبدفالی کی کچھ حقیقت ہے۔ اور مجھے فال پسند ہے۔" صحابہؓ نے پوچھا: فال کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "عمدہ اور بہترین بات"

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بدفالی اور بدشگونی کا تذکرہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

«أَحْسَنُهَا الْفَالُ، وَلاَ تَرُدُّ مُسْلِمًا، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ لاَ يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ إِلاَّ أَنْتَ، وَلاَ يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلاَّ أَنْتَ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِكَ»(رواه أبوداود بسند صحيح)

"ان سب سے بہتر تو فال ہے اور یہ کسی مسلمان کو (اس کے مقصد سے) باز نہیں رکھ سکتی۔ چنانچہ کوئی جب ناپسندیدہ چیز دیکھے تو یہ دعا کرے "یا اللہ تیرے سوا کوئی بھلائیاں نہیں لا سکتا اور تیرے سوا کئی برائیوں کو دور نہیں کر سکتا۔ اور تیری توفیق کے بغیر ہمیں نہ بھلائی کی طاقت اور نہ برائی سے باز رہنے کی ہمت ہے۔"

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ، وَمَا مِنَّا إِلاَّ، وَلَكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ»(رواه أبوداود، والترمذى وصحّحه وجعل أخره من قول ابن مسعود رضى الله عنه)

"بدفالی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جسے (بتقاضائے بشریت ایسا وہم نہ ہوتا ہو) مگر اللہ تعالیٰ توکل کی وجہ سے اس کو دفع کر دیتا ہے۔"

(اس حدیث کو امام ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اسے صحیح کہا اور آخری جملہ کو ابن مسعود رضی اللہ کا قول قرار دیا ہے)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

«مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ فَقَدْ أَشْرَكَ، قَالُوْا: فَمَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: أَنْ تَقُوْلَ: اَللّٰهُمَّ لاَ خَيْرَ إِلاَّ خَيْرُكَ، وَلاَ طَيْرَ إِلاَّ طَيْرُكَ وَلاَ إِلٰهَ

غَيْرُكَ»

"بدفالی نے جس شخص کو اس کے کام سے روک دیا' اس نے شرک کیا' صحابہ نے کہا' اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "اس کا کفارہ یہ دعا ہے:

«اَللّٰهُمَّ لاَ خَيْرَ إِلاَّ خَيْرُكَ، وَلاَ طَيْرَ إِلاَّ طَيْرُكَ وَلاَ إِلٰهَ غَيْرُكَ»(مسند أحمد)

"یا اللہ تری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں' اور تیرے شگون کے سوا کوئی شگون نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"

اور مسند احمد ہی میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

«إِنَّمَا الطِّيَرَةُ مَا أَمْضَاكَ أَوْ رَدَّكَ؟»

"بدشگونی وہ ہے جو تجھے کسی کام میں لگادے یا روک دے۔"

مسائل

(۱) اس میں آیت ﴿ أَلَآ إِنَّمَا طَٰٓئِرُهُمْ عِندَ ٱللَّهِ ﴾ اور ﴿ قَالُواْ طَٰٓئِرُكُم مَّعَكُمْ ﴾ کے معنی پر واضح کیا گیا ہے۔

(۲) اس میں امراض کے متعدی ہونے کی نفی ہے۔

(۳) بدفالی کی بھی نفی ہے۔

(۴) الو کی آواز سے بدفالی لینے کی نفی ہے۔

(۵) ماہ صفر کی نحوست کے عقیدہ کی نفی ہے۔

(۶) نیک فال منع نہیں' بلکہ مستحب ہے۔

(۷) اس میں فال کے مفہوم کی وضاحت ہے۔

(۸) اگر نہ چاہتے ہوئے بدفالی کے وساوس وخیالات دل میں پیدا ہوجائیں تو وہ مضر نہیں بلکہ اللہ پر توکل اور اعتماد کی وجہ سے ختم ہوجاتے ہیں۔

(۹) جس شخص کے دل میں بدفالی کے وسوسے پیدا ہو جائیں' وہ ان کو دور کرنے کے لیے زیر بحث باب میں مذکور دعا پڑھے۔

(۱۰) اس بات کی صراحت ہے کہ بدفالی شرک ہے۔

(۱۱) مذموم بدفالی کی تفصیل مذکور ہے۔

باب:۲۹

علم نجوم کا شرعی حکم

امام بخاری نے اپنی "صحیح" میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین چیزوں (مقاصد) کے لئے بنایا ہے:

آسمان کی زینت کے لئے۔ شیاطین کو مارنے اور بھگانے کے لئے۔ بحر و بر میں راہ معلوم کرنے کے لئے۔ جو شخص ان کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے اس نے غلطی کی اور (ہر بھلائی سے) اپنا حصہ برباد کر لیا اور اس نے ایسے امر کا تکلف کیا، جس کا اسے کوئی علم نہیں۔"

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے منازل قمر کا علم حاصل کرنے کو مکروہ اور ناپسند گردانا اور ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس علم کے حصول کی اجازت نہیں دی۔ (یہ دونوں روایتیں حرب نے بیان کی ہیں)

امام احمد اور اسحاق نے اس (منازل قمر کے) علم کے حصول کی اجازت دی ہے۔

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَقَاطِعُ الرَّحِمِ، وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ»(رواه أحمد وابن حبان في صحيحه)

"تین اشخاص جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے:

۱۔ شراب نوشی کا عادی

۲۔ قطع رحمی کرنے والا۔

۳۔ اور جادو کو سچا ماننے والا۔"

مسائل

(۱) ستاروں کی تخلیق کی حکمتیں۔

(۲) ان حکمتوں کے علاوہ کچھ اور سمجھنے والوں کی تردید ہے۔

(۳) منازل قمر حاصل کرنے میں اہل علم کے مابین اختلاف رائے موجود ہے۔

(۴) جادو کو باطل سمجھتے ہوئے بھی اس کی تصدیق کرنے پر وعید ہے۔

باب: ۳۰

نچھتر یعنی تاروں کے اثر سے بارش برسنے کا عقیدہ

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَتَجۡعَلُونَ رِزۡقَكُمۡ أَنَّكُمۡ تُكَذِّبُونَ ﴾ (الواقعة ٥٦/ ٨٢)

"اور تم اپنی کمائی کی جگہ یہ بناتے ہو کہ اسے جھٹلاتے ہو"

اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لاَ يَتْرُكُوْنَهُنَّ : اَلْفَخْرُ بِالأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الأَنْسَابِ، وَالاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ، وَالنِّيَاحَةُ، وَقَالَ: النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ» (رواه مسلم)

"میری امت میں جاہلیت کے چار کام ایسے ہیں جنہیں وہ نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب اور خاندانی شرف وفضیلت پر فخر کرنا۔ دوسروں کے نسب وخاندان میں عیب اور نقص نکالنا اور طعنہ زنی کرنا۔ تاروں کے اثر سے بارش ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ اور نوحہ یعنی کسی کے مرنے پر رونا پیٹنا۔ اور فرمایا "نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اسے گندھک کا کرتہ اور خارش (میں مبتلا کرنے دینے والی) ذرع پہنا کر کھڑا کیا جائے گا۔"

اور ایک جگہ حضرت زید بن خالد جھنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر ایک ایسی رات کو ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، جس میں بارش ہو چکی تھی، جب آپؐ نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

«هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوْا: اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ» (بخاری ومسلم)

"کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟" صحابہ نے کہا "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں" آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں کچھ مومن ہوئے ہیں اور کچھ کافر۔ جس نے کہا ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے، وہ مجھ پر ایمان لایا اور جس نے کہا ہم پر یہ بارش فلاں پچھتر یعنی تاروں کے اثر سے ہوئی ہے وہ میرا منکر ہوا اور تاروں (کی تاثیر) پر ایمان لایا۔"

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت ہے، اس میں یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں فلاں فلاں پچھتر (ستارہ) سچ (یعنی مفید) ثابت ہوا ہے تو ان کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں: ﴿ فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَٰقِعِ ٱلنُّجُومِ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهُۥ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ﴿٧٦﴾ إِنَّهُۥ لَقُرْءَانٌ كَرِيمٌ ﴿٧٧﴾ فِى كِتَٰبٍ مَّكْنُونٍ ﴿٧٨﴾ لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ ﴿٧٩﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٨٠﴾ أَفَبِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ﴿٨١﴾ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ﴾ (الواقعة ۵۶/ ۷۵_۸۲)

"مجھے تاروں کی منازل کی قسم ہے، اگر تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے کہ بے شک یہ قرآن بلند رتبے والا ہے (جو) لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے، اسے وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تو پھر کیا تم اس کلام سے بے اعتنائی اور بے مروتی کرتے ہو اور اپنا وظیفہ یہ بناتے ہو کہ تم اسے جھٹلاتے ہو؟

مسائل

(۱) سورۃ واقعہ کی آیت کی تفسیر وتوضیح (جس میں قرآن کو جھٹلانے والوں کا تذکرہ ہے)
(۲) ان چار امور کا ذکر جو جاہلیت کی رسوم ہیں۔
(۳) ان چار میں سے بعض کفر ہیں۔
(۴) کچھ کفر ایسے بھی ہیں جن کی وجہ سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔
(۵) «أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ» کے نتیجہ میں بعض لوگ کافر ہو جاتے ہیں۔

(۶) اس مقام پر ایمان کی حقیقت پر خوب غور کرنا چاہیے۔
(۷) اس مقام پر کفر کی حقیقت پر بھی غور کرنا چاہیے۔ (کہ معمولی سی بات کہنے سے انسان مومن ہو جاتا ہے یا کافر)
(۸) یہ کہنا کہ فلاں پچھتر صحیح و سچ (یعنی مفید) ثابت ہوا' اس بات پر غور کرنا چاہیے (کہ یہ انتہائی غلط' بلکہ کفر ہے)
(۹) «تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟» سے ثابت ہوا کہ طالب علم کو بات ذہن نشین کرانے کے لئے استفہامی انداز اختیار کرنا جائز ہے۔
(۱۰) نوحہ کرنے والیوں کے عذاب و وعید کا علم ہوا۔

باب: ۳۱

اللہ تعالیٰ کی محبت دین کی بنیاد ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ ﴾ (البقرہ ۲/ ۱۶۵)

"کچھ لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا ہم سر اور شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے یوں محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے ہونی چاہیے۔"

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴾ (التوبۃ ۹/ ۲۴)

"(اے محمد ﷺ!) آپ کہہ دیں کہ اگر تمہیں اپنے ماں باپ' بیٹے' بھائی' بیویاں' عزیز و

اقارب اور مال جو تم جمع کر چکے ہو اور تجارت جس کے ماند پڑنے کا تمہیں خدشہ رہتا ہے اور تمہارے گھر جو تمہیں پسند ہیں (یہ چیزیں اگر تمہیں) اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو' یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نصیب نہیں کرتا"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ»(صحيح بخاری وصحيح مسلم)

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنی اولاد' (مال) باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔"

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ثَلاَثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلاَوَةَ الإِيْمَانِ: أَنْ يَكُوْنَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لاَ يُحِبُّهُ إِلاَّ لله، وَإِنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ»(صحيح بخاری وصحيح مسلم)

"تین اوصاف ایسے ہیں جس میں وہ پائے جائیں' ان کی بدولت وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرتا ہے:

(۱) یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو سب سے زیادہ محبوب سمجھے۔
(۲) کسی سے محض اللہ کے لئے محبت کرے۔
(۳) اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچا لیا ہو' وہ اسے یوں ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے۔"

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«مَنْ أَحَبَّ فِي اللهِ، وَأَبْغَضَ فِي اللهِ، وَوَالَى فِي اللهِ، وَعَادَى فِي اللهِ، فَإِنَّمَا تُـنَالُ وِلاَيَةُ اللهِ بِذَلِكَ، وَلَنْ يَّـجِدَ عَبْدٌ طَعْمَ الإِيْمَانِ، وَإِنْ كَثُرَتْ صَلاَتُهُ وَصَوْمُهُ حَتَّى يَكُوْنَ كَذَلِكَ، وَقَدْ صَارَ عَامَّـةُ مُؤَاخَاةِ النَّـاسِ عَلَى أَمْرِ الدُّنْيَا، وَذَلِكَ لاَ يُجْدِيْ عَلَى أَهْلِهِ شَيْئًا»(رواه ابن جرير)

"جو شخص (کسی سے صرف) اللہ کے لئے محبت رکھے' اللہ کے لئے بغض رکھے' اللہ کے لئے

دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی رکھے (تو جان لینا چاہیے کہ) اللہ تعالیٰ کی ولایت (دوستی و محبت) انہی کاموں سے حاصل ہو سکتی ہے اور کوئی بھی شخص ان امور کے بغیر ایمان کا ذائقہ اور مٹھاس نہیں پا سکتا اگرچہ وہ بہت نمازیں پڑھے اور بکثرت روزے رکھے۔ عام لوگوں کی آپس میں محبت اور تعلقات دنیاوی امور پر استوار ہیں۔ یہ چیز (اللہ تعالیٰ کے ہاں) اپنے کرنے والوں کے لئے کچھ سود مند ثابت نہ ہو گی"

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ ٱلْأَسْبَابُ﴾ (کہ قیامت کے روز ان کے سارے اسباب و وسائل ختم ہو جائیں گے) کی تفسیر میں فرمایا کہ یہاں اسباب و وسائل سے مراد "دوستی' محبت اور تعلقات" ہیں۔ (اس اثر کو عبد بن حمید' ابن جریر' ابن المنذر' ابن ابی حاتم اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے)

مسائل

(۱) سورۂ بقرہ کی آیت کی تفسیر۔ (جس میں مشرکوں کی غیر اللہ کے لیے محبت کا تذکرہ ہے)

(۲) سورۂ براءہ کی آیت کی تفسیر۔ (جس میں اللہ و رسولؐ کے مقابلے میں دیگر چیزوں سے محبت کا انجام بیان ہوا ہے)

(۳) اپنی جان' اہل و عیال اور مال و منال کے مقابلہ میں سب سے زیادہ محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہئے۔

(۴) کسی صورت میں ایمان کی نفی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

(۵) ایمان کی ایک مٹھاس ہے' تاہم کبھی اس کا احساس ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

(۶) چار قلبی اعمال ایسے ہیں جن کے بغیر انسان اللہ کی ولایت حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ان کے بغیر ایمان کا ذائقہ چکھ سکتا ہے۔

(۷) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے واقعات و حقائق کی روشنی میں سمجھ لیا تھا کہ عام لوگوں کے تعلقات اور میل جول محض دنیا کی خاطر ہیں۔

(۸) اس باب میں ﴿وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ ٱلْأَسْبَابُ﴾ کی تفسیر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۹) بعض مشرک بھی ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔

(۱۰) آیت مبارکہ میں مذکور آٹھ اشیاء جس شخص کو اپنے دین سے زیادہ پیاری ہوں' اس کے لئے سخت وعید ہے۔

(۱۱) کسی کا اپنے باطل معبود سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے برابر محبت رکھنا' شرک اکبر ہے۔

باب: ۳۲

اللہ تعالیٰ کا خوف و ڈر

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾

(آل عمران۳/ ۱۷۵)

"یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے' سو تم ان سے نہ ڈرو اور اگر تم ایمان رکھتے ہو تو صرف مجھ سے ڈرو"

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا ٱللَّهَ فَعَسَىٰٓ أُو۟لَٰٓئِكَ أَن يَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُهْتَدِينَ ﴾(التوبۃ۹/ ۱۸)

"اللہ تعالیٰ کی مساجد کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتے ہیں' نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ امید ہے کہ ایسے لوگ ہی ہدایت والوں میں سے ہوں گے۔"

نیز ارشاد عالی ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَقُولُ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ فَإِذَآ أُوذِىَ فِى ٱللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ ٱلنَّاسِ كَعَذَابِ ٱللَّهِ ﴾

(العنکبوت۲۹/ ۱۰)

"اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے' مگر جب ان کو اللہ کی راہ میں ایذا پہنچتی ہے تو لوگوں کی ایذا کو (یوں) سمجھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔"

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ ضَعْفِ الْيَقِينِ أَنْ تُرْضِيَ النَّاسَ بِسَخَطِ اللهِ، وَأَنْ تَحْمَدَهُمْ عَلَى رِزْقِ اللهِ، وَأَنْ تَذُمَّهُمْ عَلَى مَالَمْ يُؤْتِكَ اللهُ، إِنَّ رِزْقَ اللهِ لاَ يَجُرُّهُ حِرْصُ حَرِيصٍ، وَلاَ يَرُدُّهُ كَرَاهِيَةُ كَارِهٍ»(حلية الأولياء وسنن البيهقى)

"یہ ایمان و یقین کی کمزوری ہے کہ تو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرے اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر لوگوں کی تعریف کرے اور اللہ نہ دے تو لوگوں کی مذمت کرے۔ بے شک اللہ کے رزق کو نہ کسی حریص کا حرص کھینچ سکتا ہے اور نہ کسی ناپسند کرنے والے کی ناپسندیدگی' اسے روک سکتی ہے۔"

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَرْضَى عَنْهُ النَّاسَ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ، سَخِطَ اللهُ عَلَيْهِ وَأَسْخَطَ عَلَيْهِ النَّاسَ»(رواه ابن حبان فى صحيحه)

"جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی رکھے' اللہ اس پر راضی ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی رکھتا ہے اور جو شخص اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا کا طالب ہو' اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتا ہے"۔

مسائل

(۱) سورۂ آل عمران کی آیت کی تفسیر۔ (جس میں اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنے کی ترغیب ہے۔)

(۲) سورہ براءہ کی آیت کی تفسیر۔ (جس میں اللہ تعالیٰ کی مساجد آباد کرنے والوں کی صفات ذکر کی گئی ہیں۔)

(۳) سورۃ العنکبوت کی آیت کی تفسیر۔ (جس میں اللہ پر کمزور ایمان والوں کا تزکرہ ہوا)

(۴) ایمان کبھی قوی اور کبھی کمزور ہوتا رہتا ہے۔

(۵) ایمان کی کمزوری کی تین علامات ہیں۔

(۶) صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا' فرائض دین میں سے ایک فریضہ ہے۔

(۷) صرف اللہ تعالیٰ کا خوف' ڈر اور خشیت رکھنے والے کی فضیلت اور ثواب واضح ہوئے۔

(۸) اور جو شخص صرف اللہ سے نہ ڈرے بلکہ اس کے علاوہ غیر سے بھی ڈرے اس کی سزا کا بیان ہوا

ہے۔

باب: ۳۳

صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے

اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے: ﴿ وَعَلَى ٱللَّهِ فَتَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ (المائدة٥/ ٢٣))
”اگر تم صاحب ایمان ہو تو صرف اللہ ہی پر توکل کرو“

نیز ارشاد الٰہی ہے:

﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ (الأنفال٨/ ٢)

”صحیح معنوں میں اہل ایمان تو وہ ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر سے لرز جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔“

ایک اور جگہ اللہ رب العزت فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ حَسْبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (الأنفال٨/ ٦٤)

”اے نبی (ﷺ)! آپؐ اور آپؐ کے پیروکار اہل ایمان کو بس اللہ کافی ہے۔“

اور ارشاد عالی ہے:

﴿ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ﴾ (الطلاق٦٥/ ٣)

”اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ اسے کافی ہو گا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابراهیمؑ کو جب آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے ﴿ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴾ (کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے) اور اسی طرح جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا کہ ﴿ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَٰنًا وَقَالُواْ

﴿حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ﴾ (بے شک (کافر) لوگوں نے تمہارے (مقابلے کے) لئے (لشکر) جمع کر لیا ہے۔ ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے ﴿حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ﴾

مسائل

(۱) اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا دینی فریضہ ہے۔
(۲) اور یہ ایمان کی شرطوں میں سے ہے۔
(۳) سورۂ انفال کی آیت کی تفسیر و توضیح (جس میں اہل ایمان کی صفات کا ذکر ہے۔)
(۴) متعلقہ تفسیر' آیت کا آخری کلمہ ﴿وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ ہے۔
(۵) سورۃ الطلاق کی آیت کی تفسیر۔ (جس میں ہے کہ اللہ پر توکل کرنے والوں کے لیے اللہ ہی کافی ہے)
(۶) اس سے کلمہ ﴿حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ﴾ کی عظمت و فضیلت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے دو خلیلوں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد ﷺ نے شدید مشکل اور پریشانی کے وقت یہ کلمہ پڑھا تھا۔
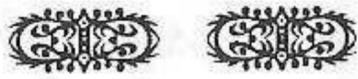
باب: ۳۴

اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَفَأَمِنُوا۟ مَكْرَ ٱللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْخَـٰسِرُونَ﴾ (الأعراف ۷/ ۹۹)

"کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے

ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہوں۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿ قَالَ وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِۦٓ إِلَّا ٱلضَّآلُّونَ ﴾ (الحجر ۱۵/ ۵۶)

"اور گمراہ لوگ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کی بابت دریافت کیا گیا (کہ وہ کون کون سے ہیں؟) تو آپؐ نے فرمایا:

«اَلشِّرْكُ بِاللهِ، وَالْيَأْسُ مِنْ رَوْحِ اللهِ، وَالأَمْنُ مِنْ مَكْرِ اللهِ»

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ اور اللہ کی تدبیر اور گرفت سے بے خوف ہونا۔"

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

«أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ الإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَالأَمْنُ مِنْ مَكْرِ اللهِ، وَالْقُنُوطُ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ، وَالْيَأْسُ مِنْ رَوْحِ اللهِ»(رواہ عبدالرزاق)

"سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے مایوس ہونا۔"

مسائل

(۱) سورۃ اعراف کی آیت کی تفسیر (جس میں اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہونے والوں کا تذکرہ ہے)۔

(۲) سورۃ الحجر کی آیت کی تفسیر (جس میں ہے کہ گمراہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں)۔

(۳) اللہ کی تدبیر سے بے خوف رہنے پر شدید وعید وارد ہے۔

(۴) اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے پر بھی شدید وعید وارد ہے۔

باب: ۳۵

اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کرنا ایمان باللہ کا حصہ ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمَن يُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (التغابن ٦٤/١١)

"اور جو کوئی اللہ پر ایمان لاتا ہے' اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔"

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں "اس سے مراد ایسا شخص ہے جسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' چنانچہ وہ اس پر راضی ہو اور دل سے اسے تسلیم کرے۔"

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ»(صحيح مسلم)

"لوگوں میں دو باتیں کفر کی ہیں: (لوگوں کے) نسبوں پر طعن کرنا۔ اور فوت شدہ پر نوحہ کرنا۔"

اور ایک اور مقام پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ» (صحيح بخاري وصحيح مسلم)

"جو شخص (صدمے کے وقت) چہرے پر دو ہتڑ مارے' گریبان پھاڑے اور جہالت کے بول بولے' وہ ہم میں سے نہیں۔"

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا أَرَادَ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ، حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»(رواه الترمذي وحسنه والحاكم والطبراني)

"جب اللہ تعالیٰ اپنے (کسی) بندے سے خیر خواہی کرنا چاہے تو اسے اس کے گناہوں کی سزا اسی دنیا میں جلد دے دیتا ہے اور جب اللہ اپنے (کسی) بندے سے برائی کا ارادہ کرے تو اس سے اس کے گناہ کی سزا کو روک لیتا ہے' یہاں تک کہ قیامت کو اس کا پورا پورا حساب لے

گا۔"

اور نبی ﷺ نے مزید فرمایا:

«إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ»(حسنه الترمذي)

"بڑی آزمائش میں بڑا بدلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزماتا ہے۔ جو شخص (اس آزمائش پر) راضی ہو' اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور جو شخص (اس آزمائش پر) ناخوش ہو' اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش اور ناراض ہو جاتا ہے۔"

مسائل

(۱) سورۂ تغابن کی آیت کی تفسیر (جس میں ہے کہ اللہ مومن کے دل کو ہدایت بخشتا ہے)

(۲) اللہ کے فیصلوں یعنی تقدیر پر صبر کرنا بھی ایمان باللہ کا حصہ ہے۔

(۳) کسی کے نسب پر طعن کرنا (کفریہ کام ہے)۔

(۴) (صدمہ کے وقت) چہرے پر دو ہتڑ مارنے' گریبان پھاڑنے اور جہالت کے بول بولنے والے شخص کے بارے میں سخت وعید وارد ہے۔

(۵) اس بات کی علامت کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے۔

(۶) اور جس کو عذاب و سزا دینا چاہے' اس کی علامت و پہچان بتائی گئی ہے۔

(۷) جس بندے سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہو اس کی نشانی۔

(۸) اللہ تعالیٰ کے فیصلوں یعنی تقدیر پر ناخوشی کا اظہار کرنا حرام ہے۔

(۹) آزمائشوں پر راضی ہونے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔

باب: ۳۶

ریاکاری ایک قابل مذمت برائی

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ﴾ (الکھف۱۸/ ۱۱۰)

"(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ایک انسان ہوں (البتہ) میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے' پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امید وار ہو' اسے چاہئے کہ وہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

«أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ مَعِي فِيهِ غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ»(صحيح مسلم)

"میں تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے مستغنی ہوں۔ جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس میں وہ میرے ساتھ میرے غیر کو بھی شریک کرے تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔"

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِيْ مِنَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: اَلشِّرْكُ الْخَفِيُّ، يَقُوْمُ الرَّجُلُ فَيُصَلِّىْ فَيُزَيِّنُ صَلاَتَهُ، لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ»(رواه أحمد)

"کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس کا خوف مجھے تم پر مسیح دجال سے بھی زیادہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! (ضرور بتلایئے) آپ ؐ نے فرمایا "شرک خفی (وہ اس طرح کہ) کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو اور اپنی نماز کو محض اس لئے اچھی پڑھے کہ فلاں شخص اسے دیکھ رہا ہے۔"

مسائل

(۱) سورۃ الکھف کی آیت (۱۱۰) کی تفسیر (جس میں ہے کہ اللہ سے ملاقات کے لیے اچھے عمل ہونا اور

شرک سے اجتناب ضروری ہے)

(۲) عمل صالح میں اگر غیر اللہ کا معمولی سا بھی دخل ہو جائے تو وہ مردود اور ضائع ہو جاتا ہے۔

(۳) کسی عمل میں اگر غیر اللہ کو شریک کیا جائے تو اس کے ضائع ہونے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بالکل مستغنی ہے۔

(۴) اس عمل کے ضائع ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے والے تمام شرکاء سے افضل و اعلیٰ ہے۔

(۵) آنحضرت ﷺ کو صحابہؓ کے بارے میں ریاکاری کا خدشہ تھا۔

(۶) آنحضرت ﷺ نے ریا کی تعریف یہ فرمائی کہ کوئی آدمی نماز جیسے عمل کو اللہ کے لئے ادا کرتے ہوئے عمدہ طور پر اس لئے ادا کرے کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔
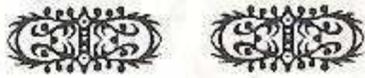
باب: ۳۷

انسان کا اپنے عمل سے دنیا چاہنا ایک قسم کا شرک ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ مَن كَانَ يُرِيدُ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَٰلَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿١٥﴾ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ إِلَّا ٱلنَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا۟ فِيهَا وَبَٰطِلٌ مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾ (ھود ۱۱/ ۱۵۔۱۶)

”جو لوگ اس دنیا کی زندگی اور اس کی خوشنمائی کے طالب ہیں، ان کے اعمال کا سارا بدلہ ہم انہیں دنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی، ان کے لئے آخرت میں آگ کے سوا اور کچھ نہیں ہے، انہوں نے اس دنیا میں جو کچھ کیا وہ سب ضائع ہے اور جو کچھ کرتے رہے، سب برباد ہے۔“

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَعِسَ عَبْدُالدِّیْـنَار، تَعِسَ عَبْدُالدِّرْهَم، تَعِسَ عَبْدُالخَمِیْصَةِ، تَعِسَ عَبْدُالْخَمِیْلَةِ، إِنْ أُعْطِیَ رَضِیَ، وَإِنْ لَّـمْ یُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَـکَسَ، وَإِذَا شِیْكَ فَلاَ انْتُـقِشَ، طُوْبٰی لِعَبْدٍ آخَذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ، أَشْعَثَ رَأْسُهُ، مُغْبَرَّةً قَدَمَاهُ، إِنْ کَانَ فِي الْحَرَاسَةِ کَانَ فِيْ الْحَرَاسَةِ، وَإِنْ کَانَ فِيْ السَّـاقَةِ کَانَ فِيْ السَّـاقَةِ، إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ یُـؤْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ یُشَفَّـعْ»(صحیح بخاری)

'روپے پیسے (درھم و دینار) کا بندہ ھلاک ہو اور چادر کمبل کا بندہ تباہ ہو' اگر اسے یہ چیزیں مل جائیں تو خوش اور نہ ملیں تو ناخوش اور ناراض ہو جاتا ہے' یہ برباد اور سرنگوں ہو' اگر اسے کانٹا چبھے تو نکالا نہ جا سکے۔ اور اس بندے کے لئے خوشخبری ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے' اس کا سر (بال) پراگندہ اور پاؤں گرد آلود ہیں۔ اگر اسے پہرہ پر لگا دیا جاتا ہے تو وہ پہرہ دیتا ہے اور اگر اسے فوج کے پیچھے رکھا جاتا ہے تو وہ پیچھے ہی رہتا ہے' اگر اجازت مانگے تو اجازت نہ ملے اور اگر وہ (کسی کی) سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ مانی جائے۔''

مسائل

(۱) انسان کا آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرنا (مذموم ہے)

(۲) سورۂ ہود کی آیت (۱۵-۱۶) کی تفسیر (جس میں طالب دنیا کی مذمت بیان ہوئی ہے)

(۳) (دنیا کے حریص) مسلمان کو «عَبْدُالدِّیْنَارِ، عَبْدُالدِّرْهَمِ، عَبْدُالخَمِیْصَةِ» درھم' دینار اور کپڑوں کا بندہ) کہا گیا ہے۔

(۴) دینار و درھم' چادر اور کپڑے کے بندے (طالب) کی تفسیریوں کی گئی ہے کہ اگر اس کی آرزو پوری ہو جائے تو خوش ورنہ ناخوش۔

(۵) اس میں حدیث کے لفظ «تَعِسَ وَانْتُکِسَ» کی تشریح اور وضاحت ہے۔

(۶) اور اس میں حدیث کے لفظ «وَإِذَا شِیْكَ فَلاَ انْتُقِشَ» کی بھی تشریح اور وضاحت ہے۔

(۷) حدیث میں مذکور صفات کے حامل مجاہد کی تعریف۔

باب: ۳۸

اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام' یا حرام کردہ چیز کو حلال کرنے میں علماء و امراء کی اطاعت ان کو رب کا درجہ دینا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "(تمہارا یہی حال رہا تو) قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں' میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سناتا ہوں اور تم (اس کے مد مقابل) ابو بکرؓ اور عمرؓ کی بات کرتے ہو۔"

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا "مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو حدیث کی سند اور اس کے صحیح ہونے کا علم ہو جانے کے بعد بھی سفیان ثوریؒ کی رائے پر عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (النور ۲۴/ ۶۳)

"رسولؐ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی فتنہ یا سخت عذاب نہ آ پڑے"۔

جانتے ہو فتنہ کیا ہے؟ اس سے مراد "شرک" ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جو انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کو چھوڑ دے تو اس کے دل میں کجی آ جائے اور وہ ہلاک ہو جائے۔"

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا:

﴿ ٱتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلْمَسِيحَ ٱبْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا۟ إِلَٰهًا وَٰحِدًا لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَٰنَهُۥ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ (التوبۃ ۹/ ۳۱)

"انہوں نے اپنے علماء' بزرگوں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنا لیا' حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ ان

کے شریک ٹھہرانے سے پاک ہے۔"
(حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں) میں نے آپؐ سے کہا ہم ان علماء اور بزرگوں کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔" آپؐ نے فرمایا "کیا ایسا نہیں تھا کہ تم اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو ان کے کہنے پر حرام اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ان کے کہنے پر حلال سمجھتے تھے؟"
میں نے کہا "ہاں۔" آپؐ نے فرمایا "یہی ان کی عبادت ہے۔" (مسند احمد و سنن ترمذی)

مسائل

(۱) سورۃ نور کی آیت (۶۳) کی تفسیر۔ (جس میں رسولؐ کے حکم کی نافرمانی سے ڈرایا گیا ہے)

(۲) سورۃ براءۃ کی آیت (۳۱) کی تفسیر (جس میں علماء اور بزرگوں کو رب بنانے والوں کا تذکرہ ہے)

(۳) عبادت کے اس معنی و مفہوم کا بیان جس کا حضرت عدی رضی اللہ نے انکار کیا تھا (یعنی اس میں اس بات پر تنبیہہ ہے کہ عبادت کا مفہوم صرف وہ نہیں جو عدیؓ نے سمجھا اور علماء اور بزرگوں کی عبادت کا انکار کیا' بلکہ عبادت کا معنی اس سے وسیع ہے)

(۴) (اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کسی کو بھی پیش نہیں کیا جا سکتا' خواہ اس کا مقام کتنا ہی بلند اور ارفع کیوں نہ ہو' جیسا کہ) حضرت عباسؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور امام احمدؒ نے سفیان ثوری کے نام پیش کرنے پر انکار کیا۔

(۵) اس میں اس بات پر بھی تنبیہہ ہے کہ اب حالات اس حد تک تبدیل ہو چکے ہیں کہ اکثر عوام کے نزدیک بزرگوں کی عبادت ہی افضل ترین عمل کی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور اسے ولایت کہا جاتا ہے' اسی طرح علم و فقہ کے نام پر اہل علم کی بھی عبادت ہوتی ہے۔ پھر اس قدر حالات بدلے کہ اللہ کے سوا ان کی بھی پرستش ہونے لگی جو صالح نہ تھے اور دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ ان کی بھی عبادت ہونے لگی جو اصحاب علم نہیں' بلکہ جاہل مطلق ہیں۔

باب: ۳۹
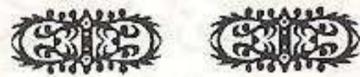
ایمان کا دعویٰ کرنے والوں میں سے بعض کی حقیقت

ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُوا۟ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوٓا۟ إِلَى ٱلطَّٰغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوٓا۟ أَن يَكْفُرُوا۟ بِهِۦ وَيُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا﴾ (النساء ٤/ ٦٠)

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) آپ پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) آپ سے پہلے نازل ہوئیں، ان سب پر ایمان رکھتے ہیں (مگر) چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں۔ حالانکہ انہیں اس طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔“

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ رَأَيْتَ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَآ أَصَٰبَتْهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَٰنًا وَتَوْفِيقًا﴾ (النساء ٤/ ٦١-٦٢)

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسول ﷺ کی طرف، تو آپ دیکھیں گے کہ منافق آپ سے اعراض کریں گے اور رک جائیں گے اور پھر (ان کا) کیا حال ہوتا ہے کہ جب ان کے اپنے اعمال کے سبب ان پر کوئی مصیبت آ پڑے تو آپ کی خدمت میں قسمیں اٹھاتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے تو صرف اچھائی اور صلح کرانے کا ارادہ کیا تھا۔“

نیز ارشاد عالی ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ قَالُوٓا۟ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ﴾ (البقرة ٢/ ١١)

”اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرتے ہیں۔“

اور مزید ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴾ (الأعراف ٧/ ٥٦)

”اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور خوف اور طمع کے ساتھ اس (اللہ) کو پکارو، یقیناً اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہی ہے۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ (المائدہ ٥/ ٥٠)

”(یہ لوگ اگر اللہ کے قانون کو نہیں مانتے) تو کیا پھر یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور جو لوگ (اللہ پر) یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک، اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں۔“

اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ»(قال النووي: حديث صحيح، رويناه في كتاب الحجة بإسناد صحيح)

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) ایمان دار نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کی تمام تر خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہو جائیں جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔“

(امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ہم نے کتاب الحجۃ میں صحیح سند سے روایت کیا ہے)

شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا، یہودی جانتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رشوت نہیں لیتے، اس لئے اس نے کہا کہ ہم یہ معاملہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن منافق نے کہا کہ ہم یہ معاملہ یہود کی پاس لے چلتے ہیں، وہ جانتا تھا کہ یہودی رشوت لیتے ہیں۔ آخر کار دونوں اس بات پر راضی ہو گئے کہ بنو جہینہ کے ایک کاہن سے فیصلہ کرا لیا جائے تو درج ذیل آیت اتر پڑی:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ. . . . . ﴾ (النساء ٤/ ٦٠)

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ ”یہ آیت ان دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جن کا آپس میں اختلاف ہو گیا تھا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس یہ معاملہ پیش کرتے ہیں۔ دوسرے نے

کہا "نہیں یہ معاملہ کعب بن اشرف کے پاس لے چلتے ہیں' چنانچہ (وہ آنحضرت ﷺ سے فیصلہ کرانے کے بعد) حضرت عمرؓ کے پاس آ گئے۔ تو ایک نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے دوسرے سے پوچھا "کیا یہ ٹھیک کہہ رہا ہے؟" اس نے کہا "جی ہاں" چنانچہ حضرت عمرؓ نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔"

مسائل

(۱) سورۂ نساء کی آیت (۶۰) کی تفسیر اور طاغوت کے معنی کی وضاحت ہے۔

(۲) سورۂ بقرہ کی آیت (۱۱) کی تفسیر (جس میں ہے کہ فساد کرنے والے اپنے آپ کو صلاح کار کہتے ہیں)

(۳) سورۂ اعراف کی آیت (۵۶) کی تفسیر۔ (جس میں زمین میں فساد کرنے سے روکا گیا ہے۔)

(۴) سورۂ مائدہ کی آیت (۵۰) کی تفسیر (جس میں ہے کہ اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں)۔

(۵) پہلی آیت کی تفسیر میں شعبیؒ کے قول کی وضاحت ہے۔

(۶) سچے اور جھوٹے ایمان کی تفسیر ہے۔

(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منافق کے ساتھ سلوک والا واقعہ بیان ہوا ہے۔

(۸) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اس وقت تک ایمان حاصل نہیں ہو سکتا' جب کہ اس کی تمام تر خواہشات رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی تابع نہ ہو جائیں۔

باب: ۴۰

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ﴾

(الرعد۱۳/ ۳۰)

"اور یہ لوگ رحمان کو نہیں مانتے' آپ (ان سے) کہہ دیں کہ وہی (رحمٰن) میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرا اسی پر بھروسہ ہے اور وہی میری پناہ گاہ ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "لوگوں کو وہی باتیں بتاؤ جنہیں وہ پہچان سکیں۔ (جو باتیں ان کے فہم و شعور سے بالا ہوں وہ سنا کر) کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کو جھٹلایا جائے؟" (صحیح بخاری)

امام عبد الرزاق نے معمر سے ابن طاؤس اور پھر اس کے باپ طاؤس کے طریق سے بیان کیا ہے کہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا جسے صفات الٰہی کے بارے میں ایک حدیث سن کر یوں کپکپی آگئی کہ گویا اسے یہ حدیث اچھی نہیں لگی (اور انکار کر دیا) تو یہ منظر دیکھ کر ابن عباس ؓ نے کہا "ان لوگوں کا ڈر عجیب ہے کہ اللہ کی محکم آیات سن کر ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور متشابہ آیات سن کر (اور نہ مان کر) ہلاک ہوتے ہیں۔ (مسند عبدالرزاق)

اور جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رحمان کا ذکر سنا تو انہوں نے اس کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ﴾

"اور وہ رحمان کا انکار کرتے ہیں۔"

مسائل

(۱) اللہ تعالیٰ کے کسی نام یا کسی صفت کے انکار سے ایمان بالکل چلا جاتا ہے۔

(۲) سورۂ رعد کی آیت (۳۰) کی تفسیر۔ (جس میں اللہ کی صفت رحمٰن کا تذکرہ ہے)

(۳) جس بات کو سامع سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو' اسے چھوڑ دینا چاہئے۔

(۴) اس علت کا تذکرہ جس سے اللہ اور اس کے رسول ؐ کی تکذیب ہوتی ہے' اگرچہ انکار کرنے والے کا ارادہ تکذیب نہ ہی ہو۔

(۵) اس سے ابن عباس ؓ کا یہ قول بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے اللہ کے اسماء یا صفات میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا' وہ اس کے باعث ہلاکت سے دوچار ہوا۔

باب:۴۱

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کفر ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَعۡرِفُونَ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا وَأَكۡثَرُهُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ ﴾(النحل۱۶/ ۸۳)

”یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہوئے بھی انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے) ناشکرے ہیں۔“

اس آیت کی تفسیر میں مجاہدؒ فرماتے ہیں ”انسان کا یوں کہنا کہ یہ مال تو مجھے آباؤاجداد کی طرف سے ورثہ میں ملا ہے، اللہ کی نعمت کا انکار ہے۔“

عون بن عبد اللہ کہتے ہیں ”لوگوں کا یہ کہنا کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو یوں ہو جاتا، اللہ کی نعمت کا انکار ہے۔“

ابن قتیبہ کہتے ہیں ”لوگوں کا یہ کہنا کہ: یہ چیز ہمارے معبودوں کی سفارش سے ملی ہے، بھی اس آیت میں داخل ہے۔

شیخ الاسلام ابو العباس ابن تیمیہؒ نے زید بن خالد جہنیؓ کی اس حدیث «إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ»(الحدیث)

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”آج صبح میرے بندوں میں سے کچھ تو مجھ پر ایمان لانے والے اور کچھ کفر کرنے والے ہیں۔“ (یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے) کے بعد یوں فرمایا ”کتاب و سنت میں یہ بات بکثرت وارد ہے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت فرماتے ہیں جو اللہ کے انعام اور رحمت کو کسی غیر کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔“

اس بات کی وضاحت کے لئے بعض اسلاف نے یہ مثال ذکر کی ہے:

”بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہوا بہت ہی خوب تھی، ملاح ماہر اور تجربہ کار تھا، وغیرہ اقوال، جو بہت سے لوگ کہتے رہتے ہیں۔“

(۱) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی پہچان اور انکار کی وضاحت ہے۔

(۲) اس بات کا علم کہ اللہ کی نعمتوں کے انکار کی یہ صورتیں لوگوں کی زبان پر مروج ہیں۔

(۳) ایسی باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار ہے۔

(۴) ایک ہی دل میں دو متضاد باتوں (یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار اور اقرار) کا مجتمع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

باب: ۴۲

اللہ کا شریک ٹھہرانے کی بعض مخفی صورتیں

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۲)

''پس دانستہ طور پر کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ۔''

حضرت ابن عباس ؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ '' انداد '' سے مراد شرک ہے، جو رات کے اندھیرے میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی ہے۔ شرک یہ ہوتا ہے کہ تم یوں کہو: «وَاللهِ وَحَيَاتِكَ» اللہ کی قسم اور تیری زندگی کی قسم۔ یا تمہارا یوں کہنا «يَا فُلَانُ وَحَيَاتِي» اے فلاں! میری جان کی قسم۔ یا تمہارا یوں کہنا «لَوْلَا كُلَيْبَةُ هَذَا لَأَتَانَا اللُّصُوصُ» اگر اس کی کتیا نہ ہوتی تو ہمارے گھر چور آجاتے، یا تمہارا یوں کہنا «لَوْلَا الْبَطُّ فِي الدَّارِ لَأَتَانَا اللُّصُوصُ» اگر گھر میں بطخ نہ ہوتی تو ہمارے گھر چور آجاتے۔ یا یوں کہنا «مَاشَاءَ اللهُ وَشِئْتَ» جو اللہ چاہے اور تم چاہو یا یوں کہنا «لَوْلَا اللهُ وَفُلَانٌ» اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا تو... تم اس قسم کی باتوں میں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ رکھو۔ یہ سب اللہ کے ساتھ شرک کی باتیں ہیں۔ (اس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ» (رواہ الترمذی وحسنہ وصححہ الحاکم)

''جس شخص نے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم اٹھائی، اس نے کفر کیا یا شرک کا ارتکاب کیا۔''

(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«لأَنْ أَحْلِفَ بِاللهِ كَاذِبًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ بِغَيْرِهِ صَادِقًا»(مجمع الزوائد)

"میرے نزدیک غیراللہ کی سچی قسم اٹھانے سے اللہ کی جھوٹی قسم اٹھانا زیادہ بہتر ہے۔"

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لاَ تَقُوْلُوْا: مَا شَاءَ اللهُ وَشَاءَ فُلاَنٌ، وَلَكِنْ قُوْلُوْا: مَاشَاءَ اللهُ ثُمَّ شَاءَ فُلاَنٌ»(رواه أبوداود بسند صحيح)

"یوں نہ کہو کہ "جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے" بلکہ یوں کہو' جو اللہ چاہے اور پھر جو فلاں چاہے۔"

ابراھیم نخعیؒ کا قول ہے کہ «أَعُوْذُ بِاللهِ وَبِكَ» کہ میں اللہ کی اور تیری پناہ چاہتا ہوں کہنا ناپسندیدہ اور ناجائز ہے' البتہ «أَعُوْذُ بِاللهِ ثُمَّ بِكَ» کہ میں اللہ کی اور پھر تیری پناہ چاہتا ہوں' کہنا جائز ہے۔

اسی طرح «لَوْلاَ اللهُ ثُمَّ فُلاَنٌ» اگر اللہ نہ ہوتا اور پھر فلاں نہ ہوتا تو...... کہہ سکتے ہیں۔

البتہ «لَوْلاَ اللهُ وَفُلاَنٌ» اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا...... نہیں کہہ سکتے۔"

مسائل

(۱) انداد کے بارے میں سورہ بقرہ کی آیت (۲۲) کی تفسیر ہے۔

(۲) یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ شرک اکبر کے بارے میں نازل شدہ آیت کی تفسیر یوں کرتے تھے کہ وہ شرک اصغر کو بھی شامل ہو جاتی۔

(۳) غیراللہ کی قسم شرک ہے۔

(۴) غیراللہ کے نام کی سچی قسم' اللہ کے نام کی جھوٹی قسم سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔

(۵) "واؤ" (اور) اور "ثم" (پھر) کے الفاظ میں معنوی فرق ہے۔

باب : ۴۳

اللہ تعالیٰ کی قسم پر کفایت نہ کرنے والے شخص کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ، مَنْ حَلَفَ بِاللهِ فَلْيَصْدُقْ، وَمَنْ حُلِفَ لَهُ بِاللهِ فَلْيَرْضَ، وَمَنْ لَمْ يَرْضَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ»(رواه ابن ماجة بسندٍ حسنٍ)

”تم اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں نہ اٹھاؤ۔ جو شخص اللہ کی قسم اٹھائے وہ سچ بولے اور جس کے لئے اللہ کی قسم اٹھائی جائے، وہ راضی ہو جائے اور جو راضی نہ ہو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔“

مسائل

(۱) آباؤ اجداد کی قسم کی ممانعت ہے۔

(۲) جس شخص کے لئے اللہ کی قسم اٹھائی جائے، اسے حکم ہے کہ وہ اس قسم پر راضی ہو جائے۔

(۳) اللہ کی قسم لے کر بھی راضی نہ ہونے والے کے لئے وعید وارد ہوئی ہے۔

باب : ۴۴

”جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں“ کہنے کا حکم

حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا:

«إِنَّكُمْ تُشْرِكُوْنَ، تَقُوْلُوْنَ : مَاشَاءَ اللهُ وَشِئْتَ، وَتَقُوْلُوْنَ: وَالْكَعْبَةِ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادُوْا أَنْ يَحْلِفُوْا أَنْ يَقُوْلُوْا: وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَأَنْ يَقُوْلُوْا: مَاشَاءَ اللهُ ثُمَّ شِئْتَ» (رواه النسائي وصححه)

"تم (مسلمان) لوگ شرک کرتے ہو کہ یوں کہتے ہو «مَا شَآءَ اللهُ وَشِئْتَ» جو اللہ چاہے اور تم چاہو۔ نیز تم کہتے ہو «والكعبة» کعبہ کی قسم، تو نبی ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو حکم دیا کہ قسم اٹھانی ہو تو کعبہ کی بجائے رب کعبہ کی قسم اٹھائیں اور «مَا شَآءَ اللهُ وَشِئْتَ» کی بجائی «مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ شِئْتَ» کہا کریں کہ جو اللہ چاہے اور پھر آپ چاہیں۔" (اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے)

سنن نسائی ہی میں حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے یہ کہا: «مَا شَآءَ اللهُ وَشِئْتَ» یعنی جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں" تو آپ ؐ نے فرمایا «أَجَعَلْتَنِي لله نِدًّا؟ مَا شَاءَ اللهُ وَحْدَهُ» "تو نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے (صرف اتنا کہا کرو) «مَا شَاءَ اللهُ وَحْدَهُ» جو اللہ اکیلا چاہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مادری بھائی حضرت طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرا گزر یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا۔ میں نے کہا "تم اچھے لوگ ہو اگر حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا نہ کہو، تو انہوں نے جواباً کہا "تم بھی اچھے ہو اگر «مَا شَاءَ اللهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ» (جو اللہ اور محمد ؐ چاہے) نہ کہو۔" تو اس کے بعد میرا گزر عیسائیوں کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا۔ میں نے کہا تم اچھے لوگ ہو اگر مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ کہو۔ انہوں نے جواباً کہا تم بھی اگر «مَا شَاءَ اللهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ» نہ کہو تو بہت اچھے ہو۔" صبح ہوئی تو میں نے یہ خواب کچھ لوگوں سے ذکر کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ؐ سے ساری بات ذکر کی۔ آپ ؐ نے فرمایا "تم نے یہ خواب کسی کو بتایا بھی ہے؟ میں نے کہا "جی ہاں۔ (آپ ؐ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے) اللہ کی حمد و ثناء کے بعد آپ ؐ نے فرمایا اما بعد! طفیل نے خواب دیکھا ہے اور اس نے بعض کو بتایا بھی ہے، تم ایک جملہ بولا کرتے ہو، تمہیں اس بات سے روکنے میں میرے لئے فلاں فلاں چیز (شرم) مانع تھی۔ تم «مَا شَاءَ اللهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ» نہ کہا کرو، بلکہ صرف «مَا شَاءَ اللهُ» کہا کرو۔"

مسائل

(۱) یہودی شرک اصغر سے واقف تھے۔

(۲) انسان کی خواہش ہو تو حق اور باطل کو معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۳) آنے والے نے «مَا شَـآءَ اللهُ وَشِئْتَ» کہا تو آپؐ نے ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا کہ تو نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے۔ تو جس نے یوں کہا: «مَالِيْ مَنْ أَلُوْذُ بِهِ سِوَاكَ» ”کہ یا رسول اللہ! آپؐ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی میں پناہ حاصل کر سکوں۔“ اس کے مشرک ہونے میں کیا شک ہے؟

(۴) «مَا شَـآءَ اللهُ وَشِئْتَ» وغیرہ کلمات شرک اکبر نہیں ہیں۔ (ورنہ آپؐ اس سے روک دیتے) اور یوں نہ فرماتے کہ تمہیں اس لفظ سے روکنے میں مجھے ہچکچاہٹ مانع رہی۔

(۵) اچھا خواب بھی وحی کی ایک قسم ہے۔

(۶) اچھا خواب کبھی کبھار بعض احکام کی مشروعیت کا سبب بن جاتا ہے۔

باب: ۴۵

زمانے کو گالی دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ (الجاثیة ۴۵/ ۲۴)

”اور وہ کہتے ہیں ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ ہم (یہاں) مرتے اور جیتے ہیں اور زمانہ ہمیں مار دیتا ہے۔ اور انہیں حقیقت کا کچھ علم نہیں اور محض گمان سے کام لیتے ہیں۔“

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

«يُؤْذِيْنِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ» (صحیح بخاری)

”ابن آدم زمانے کو گالی دے کر (برا بھلا کہہ کر) مجھے ایذا دیتا ہے، کیونکہ میں ہی زمانہ (کا خالق

اور مالک) ہوں۔ دن رات کو میں ہی تبدیل کرتا ہوں۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ : «لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ»

"زمانہ کو برا بھلا نہ کہو، کیونکہ دراصل اللہ ہی زمانہ ہے۔"

مسائل

(۱) زمانے کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کی ممانعت ہے۔

(۲) زمانے کو برا بھلا کہنے کو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کو ایذا پہنچانا قرار دیا ہے۔

(۳) «فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ» پر غور و فکر کرنا چاہئے۔

(۴) بسا اوقات انسان سب و شتم کا مرتکب ہو جاتا ہے، اگرچہ اس کی نیت نہ بھی ہو۔
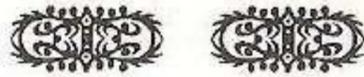
باب: ۴۶

قاضی القضاۃ وغیرہ القاب کی شرعی حیثیت

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«أَنَّ أَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الأَمْلَاكِ، لَا مَالِكَ إِلَّا اللهُ»

(صحیح بخاری)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے گھٹیا اور حقیر وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو شہنشاہ کہلوائے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔"

حضرت سفیانؒ نے "ملک الاملاک" "بادشاہوں کا بادشاہ" کا ترجمہ "شاہان شاہ" یعنی "شہنشاہ" کیا ہے۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں:

«أَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَخْبَثُهُ»

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب اور بڑا خبیث شخص" (وہ ہے جو اپنے آپ کو شہنشاہ کہلوائے)

مسائل

(۱) کسی کو "ملک الاملاک" یعنی شہنشاہ کہنے کی ممانعت ہے۔
(۲) اس قسم کے دیگر الفاظ، اسماء اور القاب بھی منع ہیں، جیسا کہ سفیانؒ نے مثال دے کر سمجھایا۔
(۳) اس قسم کے الفاظ کی ناپسندیدگی کو سمجھنا اور ان پر غور کرنا چاہیے، اگرچہ دل میں اس لفظ کا حقیقی معنی مراد نہ بھی ہو تب بھی یہ ناپسندیدہ اور ممنوع ہیں۔
(۴) سمجھنا چاہیے کہ ایسے القاب کو صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے پیش نظر ناپسند اور منع کیا گیا ہے۔

باب: ۴۷

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تعظیم اور اس وجہ سے (کسی کے) نام کی تبدیلی

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی کنیت ابوالحکم تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

«إِنَّ اللهَ هُوَ الْحَكَمُ، وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ، فَقَالَ: إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوْا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ، فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيقَيْنِ، فَقَالَ: مَا أَحْسَنَ هٰذَا، فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ؟ قُلْتُ: شُرَيْحٌ، وَمُسْلِمٌ، وَعَبْدُاللهِ، قَالَ فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ؟ قُلْتُ: شُرَيْحٌ، قَالَ: فَأَنْتَ أَبُوْ شُرَيْحٍ» (رواه أبوداود وغيره)

"حکم" تو اللہ تعالیٰ ہے اور حکم بھی اسی کا (نافذ ہوتا) ہے۔ تو ابو شریح رضی اللہ عنہ نے کہا "میری قوم میں جب کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو وہ میرے پاس آتے ہیں تو میں ان کا فیصلہ کر دیتا ہوں، جس پر دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا "یہ کیسی اچھی بات ہے۔" پھر فرمایا "تمہاری اولاد میں کون کون ہیں؟ میں نے کہا، شریح، مسلم اور عبداللہ۔ آپؐ نے پوچھا "ان میں سب سے بڑا کون ہے؟ میں نے کہا "شریح" تو آپؐ نے فرمایا "تم ابو شریح ہو۔"

مسائل

(۱) اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا مکمل احترام، اگرچہ دوسرے کے لئے استعمال کرتے وقت ان کا معنی مقصود نہ ہی ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے اسماء کے احترام کے پیش نظر (شرکیہ اور غلط) ناموں کو تبدیل کر دینا۔

(۳) کنیت رکھنے کے لیے سب سے بڑے بیٹے کا انتخاب کرنا۔
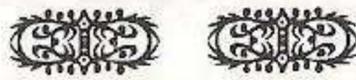
باب: ۴۸

اللہ تعالیٰ، قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والے شخص کا حکم

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴾ (التوبة ۹/ ۶۵)

"اور اگر آپؐ ان سے پوچھیں (کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے؟) تو کہیں گے "ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے۔" آپؐ ان سے کہہ دیں کہ تمہاری دل لگی کے لئے اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ہی (رہ گئے) ہیں۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، زید بن اسلم اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہم سے روایت ہے، ان سب کی روایات آپس میں مل گئی ہیں (ان کے الفاظ ذرا مختلف ہیں، لیکن مفہوم یہ ہے کہ) غزوۂ تبوک میں ایک منافق نے کہا "ہم نے پیٹ کے پجاری، زبان کے جھوٹے اور میدان جنگ میں سب سے زیادہ بزدل، ان علم والوں سے بڑھ کر اور کوئی نہیں دیکھے۔ اسکی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے قراء صحابہؓ تھے۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ تو جھوٹا ہے اور (پکا) منافق ہے، میں تمہاری بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گا۔ چنانچہ عوف رضی اللہ عنہ بتانے کی غرض سے آپ کے پاس گئے مگران کے آنے سے پہلے وحی نازل ہو چکی تھی۔ وہ منافق بھی آپؐ کی خدمت میں (معذرت کے لئے) آپہنچا، آپؐ اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ وہ بولا یا رسول اللہ! ہم لوگ تو محض دل بہلانے کے لئے ایسی بات چیت اور سواروں کی سی باتیں کر رہے تھے، تاکہ سفر کی مشقت طے کر سکیں (اور بوریت نہ ہو) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "وہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے۔ گویا وہ شخص آپؐ کی اونٹنی کے کجاوے کی رسی کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور پتھر اس کے پاؤں (راستے سے) ہٹا رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے "ہم تو محض بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

﴿أَبِٱللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ﴾

"کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسولؐ سے ہنسی کرتے ہو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد (یہ بات کر کے) کفر کا ارتکاب کیا ہے۔" چنانچہ آپؐ نہ تو اس کی طرف التفات فرما رہے تھے اور نہ اس پر کچھ مزید فرما رہے تھے۔"

مسائل

(۱) اس سے بڑا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ کا مذاق اڑائے، وہ کافر ہے۔
(۲) جو بھی ایسی بات کرے، خواہ کوئی ہو، اس پر اس آیت کی روشنی میں (کفر کا) حکم لگایا جائے گا۔
(۳) چغلی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نصیحت اور خیر خواہی کرنے میں فرق ہے۔
(۴) اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز عفو و درگزر اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ سختی سے پیش آنے میں فرق ہے۔
(۵) بعض عذر ناقابل قبول ہوتے ہیں۔

باب: ۴۹

اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کا شکریہ

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴾ (فصلت ۴۱/۵۰)

اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو کہتا ہے "یہ تو میرا حق تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت (کبھی) آئے گی۔ اور اگر میں واقعی اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو میرے لئے وہاں بھی خوشحالی ہے' پس کفر کرنے والوں کو ہم ضرور بتائیں گے کہ وہ کیا کام کرتے رہے۔ اور انہیں ہم سخت عذاب سے دوچار کریں گے"

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے (ھذالی) کی تفسیر میں فرمایا: «هَذَا بِعَمَلِيْ وَأَنَا مَحْقُوْقٌ بِهِ» کہ یہ مال ودولت تو میری محنت وکاوش کا نتیجہ ہے اور میں اس کا مستحق ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس لفظ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: لاریدمن عندی اس کی مراد یہ ہے کہ یہ مال تو ہے ہی میرا۔

آیت مبارکہ ﴿ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي ﴾ (کہ یہ مال مجھے میرے علم کی بدولت ملا ہے) کی تفسیر میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے «عَلَى عِلْمٍ مِنِّي بِوُجُوْهِ الْمَكَاسِبِ» یعنی وہ کہتا ہے کہ یہ مال مجھے کمائی کے تجربے اور علم کی بدولت ملا ہے۔ دوسرے اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا "وہ کہتا ہے کہ یہ مال ودولت مجھے اس لئے ملا کہ میں اللہ کے علم میں اس کا اہل ہوں۔" اور مجاہد کے قول کا معنی بھی یہی ہے کہ یہ مال ودولت مجھے بزرگی و شرف کی بنا پر ملا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے‘ جن میں ایک کوڑھی‘ دوسرا گنجا اور تیسرا نابینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کی غرض سے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ وہ فرشتہ ابرص (برص کے مریض یعنی سفید کوڑھ والے) کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تمہیں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ مریض نے کہا‘ اچھا رنگ اور خوبصورت جلد اور یہ کہ مجھ سے یہ بیماری رفع ہوجائے جس کے سبب لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تواس کی بیماری رفع ہوگئی۔ اچھا رنگ اور خوبصورت جلد مل گئی۔ فرشتے نے پھر پوچھا تمہیں کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا‘ اونٹ یا گائے۔ (راوی اسحاق کو ان دونوں لفظوں کے بارے میں تردد ہے کہ کونسا لفظ اس نے کہا) چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور فرشتے نے دعا کی (
«بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا» اللہ تیرے لئے اس اونٹنی میں برکت فرمائے۔
اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے کہا ”تجھے کونسی سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا ”خوبصورت بال اور یہ کہ مجھ سے یہ بیماری رفع ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔“ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا‘ اس کی بیماری ختم ہوگئی اور اسے خوبصورت بال مل گئے۔ فرشتے نے اس سے پوچھا تمہیں کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا اونٹ یا گائے۔ چنانچہ اسے ایک حاملہ گائے دے دی گئی۔ فرشتے نے دعا کی «بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا» تیرے لئے اللہ اس گائے میں برکت فرمائے۔
اس کے بعد وہ فرشتہ نابینے کے پاس آیا اور اس سے کہا تجھے کونسی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا ”یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری بینائی لوٹا دے‘ تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔“ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔ فرشتے نے کہا‘ تمہیں کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا‘ بکریاں‘ چنانچہ اسے حاملہ بکری دے دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد اونٹی نے خوب بچے دیئے۔ گائے اور بکری نے بھی خوب بچے جنے چنانچہ سابقہ کوڑھی کی اونٹوں سے ایک وادی بھر گئی اور گائے اور بکری والوں کے پاس بھی گائے اور بکریوں کا میدان بھر گیا۔

پھر وہ فرشتہ ابرص (کوڑھے) کے پاس اس کی پہلی شکل و صورت میں آیا اور کہا میں مسکین غریب آدمی ہوں‘ میرا زاد راہ ختم ہوگیا ہے۔ آج اللہ کی مدد‘ یا پھر آپ کے تعاون کے بغیر گھر نہیں پہنچ سکتا۔ جس اللہ نے آپ کو خوبصورت رنگ‘ خوبصورت جلد اور اس قدر کثیر مال عطا کیا ہے‘ اس کے نام پر ایک اونٹ مانگتا ہوں‘ تاکہ میں اس پر سفر کرکے گھر پہنچ جاؤں۔

اس آدمی نے کہا ”میری ضرورتیں بہت زیادہ ہیں (میں تمہیں اونٹ نہیں دے سکتا) تو فرشتے نے کہا‘ غالبا میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں‘ کیا تو ابرص (کوڑھا) نہ تھا؟ لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور تو انتہائی غریب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ مال عطا کیا۔ وہ بولا ”یہ مال تو مجھے آباؤ اجداد سے وراثت میں ملا ہے۔“

فرشتے نے کہا "اگر تو اس بات میں جھوٹا ہو تو اللہ تجھے پہلے جیسا بنا دے۔"

پھر وہ فرشتہ اسی پہلی شکل وصورت میں گنجے کے پاس آیا اور اسے بھی وہی باتیں کہیں جو ابرص (کوڑھے) سے کہی تھیں تو اس نے بھی وہی جواب دیئے۔ تو فرشتے نے کہا' اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کردے جیسا تو پہلے تھا۔

پھر وہ فرشتہ اسی پہلی شکل وصورت میں اس نابینا کے پاس آیا اور کہا "میں ایک غریب مسافر ہوں' میرا زاد راہ ختم ہوگیا ہے' اللہ کی مدد' یا پھر آپ کے تعاون کے بغیر میں آج گھر نہیں پہنچ سکتا۔ جس اللہ نے آپ کو بینائی عطا کی۔ اس کے نام پر آپ سے ایک بکری کا سوال ہے تا کہ اپنا سفر مکمل کر سکوں۔

اس نے کہا میں نابینا تھا۔ اللہ نے مجھے میری بینائی لوٹا دی۔ جتنا چاہو لے جاؤ اور جو چاہو چھوڑ جاؤ۔ تو آج اللہ کے نام پر جو کچھ لے جائے' میں تجھ سے کچھ نہ کہوں گا۔ تو فرشتے نے کہا اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو' تمہارا امتحان لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور تیرے دوسرے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہوگیا ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

مسائل

(۱) سورۂ فصلت کی آیت (۵۰) کی تفسیر (جس میں ناشکرے انسان کو وعید سنائی گئی۔)

(۲) ﴿لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي﴾ کی تفسیر۔

(۳) ﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِيٓ﴾ کی تفسیر۔

(۴) ان تین افراد کے اس عجیب واقعہ میں جو عظیم عبرتیں پوشیدہ ہیں' کی طرف اشارہ ہے۔
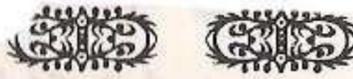
باب: ۵۰

اولاد ملنے پر اللہ کے ساتھ شرک کرنا

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ فَلَمَّآ ءَاتَىٰهُمَا صَٰلِحًا جَعَلَا لَهُۥ شُرَكَآءَ فِيمَآ ءَاتَىٰهُمَآ فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾
(الأعراف۷/ ۱۹۰)

جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح وتندرست بچہ دیا تو انہوں نے اس عنایت میں دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیا۔ پس اللہ تعالیٰ ان شرکیہ باتوں سے جو یہ کرتے ہیں' بلند تر ہے۔"

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نام میں غیر اللہ کی عبدیت کا اظہار ہو' وہ حرام ہے۔ مثلاً عبد عمرو اور عبدا لکعبہ وغیرہ۔ البتہ عبدالمطلب اس سے مستثنیٰ ہے۔ (کیونکہ اس کا معنی غلام کا ہے۔ یہ لفظ اس معنی میں مستعمل نہیں جو اللہ کے عبد سے مراد ہوتا ہے)

مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "جب آدم وحوا علیھما السلام آپس میں ملے تو حوا حاملہ ہوئیں' ابلیس ان کے پاس آیا اور کہنے لگا' میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکالا۔ تم میری بات مانو' ورنہ میں اس کے سر پر بارہ سینگا کے دو سینگ بنا دوں گا' جن کی وجہ سے یہ بچہ تمہارا پیٹ چیر کر نکلے گا۔ میں یہ کردوں گا' میں وہ کردوں گا' ایسی باتیں کر کے انہیں خوب ڈرایا دھمکایا اور کہا تم اس بچے کا نام عبدالحارث رکھنا۔ چنانچہ حضرت آدم وحوا علیھما السلام نے اس کی بات نہ مانی اور بچہ مردہ پیدا ہوا' حوا دوبارہ حاملہ ہوئیں تو شیطان نے آکر پھر وہی بات کہی لیکن آدم اور حوا علیھما السلام نے اس کی کوئی بات نہ مانی اور بچہ مردہ پیدا ہوا۔ پھر جب حوا تیسری مرتبہ حاملہ ہوئی تو شیطان پھر آیا اور وہی باتیں کرنے لگا۔ ان کے دل میں بچے کی محبت پیدا ہوئی اور انہوں نے بچے کی ولادت کے بعد اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ یعنی ﴿ جَعَلَا لَهُۥ شُرَكَآءَ فِيمَآ ءَاتَىٰهُمَا ﴾ کا معنی ہے (ابن ابی حاتم)

ابن ابی حاتم ہی نے اسے بسند صحیح حضرت قتادۃ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے (وہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ "آدم وحوا نے شیطان کا صرف کہا مانا تھا' اس کی عبادت نہیں کی تھی۔"

نیز ابن ابی حاتم ہی نے بسند صحیح مجاہد رحمہ اللہ سے ﴿ لَئِنْ ءَاتَيْتَنَا صَٰلِحًا ﴾ کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ آدم اور حوا کو خدشہ تھا کہ مبادا ہمارا بچہ انسان نہ ہو۔

حضرت حسن بصری اور سعید رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ سے بھی اس قسم کے اقوال مروی ہیں۔

مسائل

(۱) ہر وہ نام جس میں عبدیت کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو' حرام ہے۔

(۲) سورۂ اعراف کی آیت (۱۹۰) کی تفسیر (جس میں شرکیہ ناموں سے منع کیا گیا ہے)۔

(۳) قصۂ مذکورہ میں جس شرک کا ذکر ہے' وہ صرف نام رکھنے کی حد تک تھا' حقیقی شرک نہ تھا۔

(۴) کسی کے ہاں صحیح و تندرست بیٹی پیدا ہو تو یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

(۵) اسلاف امت شرک فی الطاعۃ اور شرک فی العبادۃ میں فرق کرتے تھے۔

باب :۵۱

اسماء حسنیٰ کا بیان

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا۟ ٱلَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِىٓ أَسْمَـٰٓئِهِۦ ﴾

"اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، پس تم اسے انہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد (کجی) کرتے ہیں۔" (۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں الحاد کا معنی شرک نقل کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کا قول ہے کہ مشرکین نے "اللہ" سے "اللات" اور "العزیز" سے "العزیٰ" مشتق کیا ہے۔ (ابن ابی حاتم)

اعمش کا قول ہے کہ اسماء الٰہی میں الحاد سے مراد یہ ہے کہ وہ ان میں ایسے ناموں کو بھی داخل کر جاتے ہیں جو اس میں شامل نہیں ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاری کتاب الدعوات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ اسماء حسنیٰ ہیں۔ جو انہیں یاد کر لے گا وہ جنت میں داخل ہو گا اللہ ایک ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی میں اللہ تعالیٰ کے یہ ۹۹ اسماء حسنیٰ بیان ہوئے ہیں۔

مسائل

(۱) اللہ تعالیٰ کے لئے اسماء کا اثبات ہے۔
(۲) اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں۔
(۳) اسماء حسنیٰ کے ذریعہ دعا مانگنے کا حکم آیا ہے۔
(۴) جو جاہل اور ملحد ان کا انکار کریں' ان سے معارضہ نہیں کرنا چاہیے۔
(۵) اسماء الٰہی میں الحاد کی تفسیر بیان ہوئی۔
(۶) الحاد کرنے والوں کے لئے وعید تہدید کا پتہ چلا۔
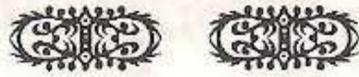
باب: ۵۲

"السلام علی اللہ" کہنے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نماز میں جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تو ہم «اَلسَّلَامُ عَلَى اللهِ مِنْ عِبَادِهِ، اَلسَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ» (اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو' فلاں فلاں شخص پر بھی سلام ہو) کہتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَقُوْلُوْا السَّلَامُ عَلَى اللهِ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ»

"السلام علی اللہ" نہ کہا کرو' کیونکہ اللہ تو خود "السلام" (سلامتی والا) ہے۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

مسائل

(۱) سلام کی تفسیر و وضاحت بیان ہوئی۔
(۲) یہ کلمہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کے لئے تحفہ ہے۔
(۳) یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہنا درست نہیں۔
(۴) اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ لفظ نہ کہنے کی علت وسبب کا پتہ چلا۔
(۵) اس تحیہ کی تعلیم جو اللہ تعالیٰ کے لئے زیبا اور لائق ہے۔ یعنی «اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ»

باب: ۵۳

اے اللہ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے' کہنے کا حکم

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا یَقُلْ أَحَدُکُمْ: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ إِنْ شِئْتَ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِيْ إِنْ شِئْتَ، لِیَعْزِمِ الْمَسْئَلَةَ فَإِنَّ اللّٰہَ لَا مُکْرِہَ لَهُ»(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

"تم میں سے کوئی یوں دعا نہ کرے کہ یا اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے' یا اللہ! تو چاہتا ہے تو مجھ پر رحم فرما۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے پورے وثوق سے سوال ودعا کرے کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے اور اس پر دباؤ ڈالنے والا نہیں"

اور ہے:

«وَلْیُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ، فَإِنَّ اللّٰہَ لَا یَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاہُ»(صحیح مسلم)

"اور چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی رغبت اور خواہش کرے' کیونکہ اس کے ہاں کوئی چیز بڑی نہیں"

مسائل

(۱) دعا میں استثناء کی ممانعت یعنی یوں نہ کہنا چاہئے کہ یا اللہ! تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے۔
(۲) دعا میں استثناء کی ممانعت کی علت بیان ہوئی۔
(۳) پورے وثوق سے دعا کرنے کا حکم ہے۔
(۴) اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی رغبت و خواہش کرنے کا حکم ہے۔
(۵) اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی رغبت و خواہش کرنے کے حکم کی علت کا پتہ چلا ہے۔

باب: ۵۴

میرا غلام یا میری لونڈی کہنے کی ممانعت

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«لاَ يَقُلْ أَحَدُكُمْ أَطْعِمْ رَبَّكَ، وَضِّىْءَ رَبَّكَ، وَلْيَقُلْ: سَيِّدِي وَمَوْلاَيَ، وَلاَ يَقُلْ أَحَدُكُمْ: عَبْدِيْ وَأَمَتِيْ، وَلْيَقُلْ: فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغُلاَمِيْ»(صحیح مسلم)
"تم میں سے کوئی (اپنے غلام کو) یوں نہ کہے کہ اپنے رب (آقا) کو کھانا کھلا۔ اپنے رب (آقا) کو وضو کرا' بلکہ یوں کہے' میرا سردار' میرا آقا اور تم میں سے کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو میرا بندہ یا بندی نہ کہے' بلکہ یوں کہے' میرا خادم' میری خادمہ اور میرا غلام"

(۱) «وَعَبدِىْ وَأَمَتِىْ» (میرا غلام اور میری لونڈی) کے الفاظ کہنے منع ہیں۔
(۲) کوئی غلام اپنے آقا کو ربی (میرا رب) نہ کہے اور نہ کسی غلام کو یوں کہا جائے کہ «أَطْعِمْ

ربَّـكَ» اپنے رب کو کھانا کھلا۔

(۳) مالک اور آقا کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ "عبدی اور امتی" کی بجائے "فتای ' فتاتی اور غلامی" کے الفاظ استعمال کرے۔

(۴) غلام کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے آقا کو "سیدی اور مولای" کے الفاظ سے پکارے۔

(۵) اس میں اصل مقصود یہ ہے کہ عقیدہ توحید مکمل طور پر پختہ ہو حتیٰ کہ الفاظ کے استعمال میں بھی توحید کے پیش نظر احتیاط شرط ہے۔

باب: ۵۵

اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ سَأَلَ بِاللهِ فَأَعْطُوْهُ، وَمَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ فَأَعِيْذُوْهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيْبُوْهُ، وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ، فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْنَهُ فَادْعُوْا لَهُ حَتَّى تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوْهُ» (رواه أبوداود والنسائي بسند صحيح)

"جو شخص اللہ کے نام پر سوال کرے ' اسے (کچھ نہ کچھ) دو۔ اور جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے اسے پناہ دو۔ اور جو شخص تمہاری دعوت کرے ' اس کی دعوت قبول کرو۔ اور جو شخص تمہارے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرے ' تم بھی اسے اس کا بدلہ دو۔ اگر تم بدلہ نہ دے سکو تو اس کے حق میں اس قدر دعا کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے"

مسائل

(۱) جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے، اسے پناہ دی جائے

(۲) جو شخص اللہ کا نام لے کر سوال کرے، اسے کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔

(۳) دعوت قبول کرنے کا حکم۔

(۴) کسی کے حسن سلوک کا بدلہ دینا چاہیے۔

(۵) جو شخص احسان کا بدلہ نہ دے سکتا ہو، وہ محسن کے حق میں دعا ہی کر دے۔

(۶) محسن کے حق میں اس قدر دعا کرے کہ یقین ہو جائے کہ اب بدلہ چکایا جا چکا ہے۔

باب:۵۶

اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر صرف جنت مانگی جائے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لاَ يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللهِ إِلاَّ الجَنَّةُ»(رواہ أبوداود)

"اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ نہ مانگا جائے۔"

مسائل

(۱) اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سب سے بڑے مقصود و مطلوب (جنت) کے علاوہ کچھ نہ مانگا جائے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے لئے چہرہ کا اثبات ہو رہا ہے۔

باب:۵۷

کسی پریشانی کے بعد "اگر" کہنے کا حکم

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا ﴾(آل عمران۳/ ۱۵٤)

"یہ لوگ کہتے ہیں اگر ہمارے بس میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ﴾(آل عمران۳/ ۱٦۸)

"یہ وہ لوگ ہیں جو خود تو (گھروں میں) بیٹھے رہے اور اپنے (ان) بھائیوں کی نسبت (جنہوں نے اللہ کی راہ میں جانیں قربان کیں) کہنے لگے کہ اگر یہ ہماری بات مان لیتے تو مارے نہ جاتے۔"

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَلاَ تَعْجَزَنَّ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلاَ تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا لَكَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلَكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ»(صحیح مسلم)

"اس چیز کی حرص کر جو تیرے لئے مفید ہو اور صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ۔ اور عاجز ہو کر نہ بیٹھ جا۔ اور اگر تجھے کوئی مصیبت اور پریشانی آپہنچے تو یوں نہ کہہ کہ اگر میں یہ کر لیتا تو یوں ہو جاتا۔ بلکہ یوں کہہ "یہ اللہ کا فیصلہ ہے، اس نے جو چاہا سو کیا۔" اس لئے کہ "اگر" کہنا شیطانی عمل دخل کا سبب بنتا ہے۔"

مسائل

(۱) سورہ آل عمران کی دو آیات (۱۵۴، ۱۶۸) کی تفسیر۔ (جس میں کلمہ "اگر" کہنے والوں کا تذکرہ ہے)

(۲) کسی مصیبت اور پریشانی کے آنے پر "اگر" منع ہے۔

(۳) "اگر" کہنے کی ممانعت کی علت کہ اس سے شیطانی عمل دخل کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

(۴) اچھی گفتگو کی طرف رہنمائی ہے۔

(۵) مفید چیز کا شوق و حرص کرنے اور اس سلسلے میں اللہ سے مدد مانگنے کا حکم ہے۔

(۶) اس کے برعکس عاجز بن کر بیٹھ رہنے سے ممانعت منع کیا گیا ہے۔

باب: ۵۸

ہوا اور آندھی کو گالی دینے کی ممانعت

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لاَ تَسُبُّوا الرِّيحَ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَا تَكْرَهُونَ فَقُولُوا: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أُمِرَتْ بِهِ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ»(صححه الترمذي)

"ہوا کو گالی نہ دو۔ جب تم ناپسندیدہ (ہوا) دیکھو تو یہ دعا پڑھو «اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الرِّيحِ»

"اے اللہ! ہم تجھ سے اس ہوا اور جو اس میں ہے اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے' کی بہتری اور بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔ اور (اے اللہ!) ہم اس ہوا کے شر اور جو اس کے اندر شر ہے اور جس شر کا اسے حکم دیا گیا ہے' سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔"

مسائل

(۱) ہوا کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) اس میں اس بات کی رہنمائی کی گئی ہے کہ جب انسان کو کوئی ناپسندیدہ چیز نظر آئے تو نفع مند چیز کا سوال کرے۔

(۳) اس میں یہ رہنمائی بھی کی گئی ہے کہ یہ ہوا از خود نہیں چلتی' بلکہ یہ اللہ کے حکم کی پابند ہے۔

(۴) اس میں یہ بیان بھی ہے کہ ہوا کو کبھی بھلائی اور کبھی نقصان کا حکم ہوتا ہے۔

باب:۵۹

اللہ تعالیٰ کی بابت بدگمانی کرنے کی مخالفت

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ يُخْفُونَ فِي أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۵٤)

”وہ اللہ کے بارے میں (ایام) جاہلیت کے ناحق گمان کرتے ہیں‘ کہتے ہیں کہ (اس امر میں) ہمیں بھی کچھ اختیار نہیں؟ آپؐ فرمادیں کہ (ان امور میں کسی کا کچھ حصہ نہیں) سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں‘ یہ لوگ اپنے دلوں میں (بہت سی باتیں) مخفی رکھتے ہیں جو آپؐ پر ظاہر نہیں کرتے‘ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم یہاں مارے نہ جاتے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ تم اگر اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی موت لکھی تھی‘ وہ ضرور اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔ (یہ سارا ماجرا اس لئے پیش آیا کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے سینوں کی بات کو آزمائے اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے‘ اسے خالص کردے اور نکھار دے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔“

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ﴾ (الفتح۴۸/ ۶)

”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے برے گمان رکھتے ہیں‘ ان پر برے حادثے واقع ہوں“۔

ابن قیم رحمہ اللہ پہلی آیت کے بارے فرماتے ہیں (کہ زیر نظر آیت میں لوگوں کے جس جاہلانہ ناحق گمان

کا ذکر ہے) اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ یہ گمان کرنے لگے تھے کہ اللہ سبحانہ اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا اور اس کی دعوت عنقریب مٹ جائے گی۔ اور یہ لوگ گمان کرنے لگے تھے کہ جو مصیبت مسلمانوں کو آئی ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکمت سے نہیں تھی۔

اور یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ یہ لوگ اللہ کی تقدیر' حکمت اور رسول اللہ ﷺ کی کامیابی کا انکار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ دین تمام ادیان پر غالب نہیں آئے گا۔

منافقین اور مشرکین کا یہی وہ برا گمان ہے جس کا سورۃ الفتح کی اس آیت میں ذکر ہوا ہے۔

﴿ٱلظَّآنِّينَ بِٱللَّهِ ظَنَّ ٱلسَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ ٱلسَّوْءِ ۖ﴾ (الفتح ٤٨/ ٦)

کیونکہ یہ ایسا گمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان و مرتبہ کے خلاف ہے' جیسا کہ یہ اس کی حکمت' تعریف' بزرگی اور سچے وعدہ کے بھی خلاف ہے۔ پس جو شخص یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ باطل کو حق پر دائمی غلبہ دے گا اور اس وجہ سے حق مٹ جائے گا' یا جو شخص یہ سمجھے کہ یہ فیصلہ اللہ کی قضا و قدر سے نہیں ہوا' یا جو شخص یہ سمجھے کہ اللہ کی تقدیر قابل تعریف حکمت تامہ پر مبنی نہیں' بلکہ یہ سمجھے کہ یہ محض اس کی مشیت ہے۔ یہ کافروں کا گمان ہے اور ان کے لئے جہنم کی آگ کا عذاب ہے اور اکثر لوگ اپنے اور غیروں سے متعلقہ کاموں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوء ظن رکھتے ہیں' اس بدگمانی سے صرف وہی لوگ سلامت رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ' اس کے اسماء وصفات اور اس کی حکمت و تعریف کے اسباب کو پہچانتے ہیں۔

پس ہر عقل مند شخص کو جو اپنی بھلائی چاہتا ہو' چاہئے کہ وہ مذکورہ بالا باتوں کا اہتمام کرے اور اللہ کے حضور اپنی اس بدگمانی اور سوء ظنی کی معافی مانگے اور توبہ واستغفار کرے۔

اور اگر آپ لوگوں کی باتوں پر غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ اکثر لوگ تقدیر کے بارے میں ملامت کا پہلو لئے ہوئے ہیں اور بے راہ روی کا شکار ہیں اور تقدیر کا شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فلاں کام یوں ہونا چاہئے تھا اور فلاں یوں۔ خود کو ملنے والی اشیاء کو بعض لوگ کم خیال کرتے ہیں اور بعض زیادہ۔

آپ بھی اپنا جائزہ لیں کیا آپ اس بدگمانی سے بچے ہوئے ہیں؟

(عربی شعر کا ترجمہ) "اگر آپ اس سے محفوظ ہیں تو آپ ایک بہت بڑی بات سے بچے ہوئے ہیں وگرنہ میں نہیں سمجھتا کہ آپ اس سے بچے ہوں۔"

(۱) سورۂ آل عمران کی آیت (۱۵۴) کی تفسیر (جس میں اللہ کے بارے برے گمان رکھنے والوں کا تذکرہ

ہے)۔

(۲) سورۃ الفتح کی آیت (٦) کی تفسیر (جس میں برا گمان کرنے پر برے حادثے ہونگے)

(۳) اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بدگمانی کی بہت سی صورتیں ہیں، جن کا شمار ممکن نہیں۔

(۴) اس بدگمانی سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی پہچان کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کی معرفت سے بھی بہرہ مند ہو۔

باب: ٦٠

منکرین تقدیر کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«وَالَّذِيْ نَفْسُ ابْنِ عُمَرَ بِيَدِهِ لَوْ كَانَ لأَحَدِهِمْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا، ثُمَّ أَنْفَقَهُ فِيْ سَبِيلِ اللهِ مَا قَبِلَهُ اللهُ مِنْهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ ـ ثُمَّ اسْتَدَلَّ بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : الإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلاَئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ» (رواہ مسلم)

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جان ہے، اگر کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کردے، تو اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت تک قبول نہ ہوگا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے، پھر انھوں نے اپنی اس بات پر بطور دلیل نبی ﷺ کا یہ ارشاد پیش کیا کہ "ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، قیامت کے دن اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے""

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا:

«يَا بُنَيَّ! إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ الإِيْمَانِ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ

لِيُخْطِئَكَ، وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمُ، فَقَالَ لَهُ: اُكْتُبْ، فَقَالَ: رَبِّ! وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: أُكْتُبْ مَقَادِيْرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُوْمَ السَّاعَةُ، يَا بُنَيَّ! سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هٰذَا فَلَيْسَ مِنِّيْ»(سنن أبی داود ومسند أحمد)

"بیٹا! تو اس وقت تک لذت ایمان سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا' جب تک یہ یقین نہ کر لے کہ جو (تکلیف) تجھے پہنچے والی ہے وہ تجھ سے کبھی ٹل نہیں سکتی اور جو نہیں پہنچی' وہ کبھی تم تک پہنچ نہیں سکتی- میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم دیا' اس نے کہا "اے میرے رب! کیا لکھوں؟ اللہ نے فرمایا' قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیر لکھ دے۔" بیٹا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اس عقیدے کے علاوہ کسی دوسرے عقیدے پر مرا' وہ میری امت سے نہیں"

اور احمد کی ایک روایت میں ہے:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ تَعَالَى الْقَلَمُ، فَقَالَ لَهُ: اُكْتُبْ، فَجَرَى فِي تِلْكَ السَّاعَةِ مَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»

"اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم دیا' چنانچہ اس نے اسی وقت قیامت تک ہونے والی ہر بات لکھ دی۔"

اور ابن وہب کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«فَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ أَحْرَقَهُ اللهُ بِالنَّارِ»

"جو شخص اچھی بری تقدیر پر ایمان نہیں لایا' اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں جلائے گا۔"

ابن دیلمی نے ایک مقام پر کہا:

«أَتَيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ، فَحَدِّثْنِي بِشَيْءٍ، لَعَلَّ اللهَ يُذْهِبُهُ مِنْ قَلْبِي، فَقَالَ: لَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا قَبِلَهُ اللهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ، وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَلَوْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هٰذَا، لَكُنْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، قَالَ: فَأَتَيْتُ عَبْدَاللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ، وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ، وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، فَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي بِمِثْلِ ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ

ﷺ»(حدیث صحیح رواہ الحاکم فی صحیحه)

"میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا "میرے دل میں تقدیر کے بارے میں کچھ خدشات ہیں، آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں، تا کہ اللہ تعالیٰ میرے دل سے ان خدشات کو ختم کر دیں۔" تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کردو تو تمہارا یہ عمل اس وقت تک قبول نہ ہوگا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور یہ یقین نہ رکھو کہ جو تکلیف تمہیں پہنچنے والی ہے، وہ تم سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو نہیں آنے والی وہ کبھی تم تک پہنچ نہیں سکتی۔ اگر تمہارا عقیدہ اس کے خلاف ہوا اور تم اسی طرح مر گئے تو تم جہنمی ہو گئے۔" ابن دیلمی کہتے ہیں اس کے بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے پاس گیا (اور ان کو اپنے خدشات سے آگاہ کیا) تو انہوں نے بھی نبی ﷺ کی یہی حدیث سنائی" (یہ صحیح حدیث ہے اور حاکم نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔)

مسائل

(۱) تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے۔
(۲) تقدیر پر ایمان لانے کی کیفیت کیا ہونی چاہیے۔
(۳) تقدیر پر ایمان نہ لانے والے شخص کے اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔
(۴) جس شخص کا تقدیر پر ایمان نہ ہو، وہ لذت ایمان سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔
(۵) اس چیز کا ذکر ہوا جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔
(۶) اس چیز کا بیان ہے کہ قلم نے اسی وقت قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ ڈالے۔
(۷) تقدیر پر ایمان نہ لانے والے سے آنحضرت ﷺ کی بیزاری اور لاتعلقی کا بیان۔
(۸) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سلف صالحین شبہات پیدا ہونے کی صورت میں اہل علم کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور ان کی بابت ان سے پوچھا کرتے تھے۔
(۹) اہل علم نے (تقدیر کے متعلق) ان کے تمام شبہات کا جواب دے کر ان کا ازالہ کر دیا ہے اور اپنے دلائل کو براہ راست رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔

باب: ٦١

تصویر بنانا ایک قبیح فعل ہے

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔
«وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي، فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً»(صحیح بخاری وصحیح مسلم)
''اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ لوگ ایک ذرہ' ایک دانہ یا ایک جو ہی بنا کر دکھلائیں''
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللهِ»(صحیح بخاری وصحیح مسلم)
''قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو پیدا کرنے اور بنانے میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت کرتے ہیں۔''
اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:
«كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ فَتُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ»(متفق علیه)
''ہر مصور جہنم میں جائے گا۔ اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے' ایک جان بنائی جائے گی جس کے ذریعہ اس (مصور) کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔''
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ»
''جس شخص نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی' اسے قیامت کے دن اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ اس تصویر میں روح پھونکے' مگر وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔''
اور ابوالھیاج کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا:
«أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ لَا تَدَعَ صُوْرَةً إِلَّا

طَمَسْتَهَا وَلاَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلاَّ سَوَّيْتَهُ» (صحیح مسلم)

"کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں، جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا' وہ یہ کہ کسی تصویر کو مٹائے اور کسی بلند قبر کو زمین کے برابر کئے بغیر نہ چھوڑنا"

مسائل

(۱) تصویر بنانے والوں کے لئے سخت وعید آئی ہے۔

(۲) تصویر اتارنے کی علت اور وجہ یہ ہے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت بڑی بے ادبی ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے کی کوشش کرتا ہے۔"

(۳) اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مخلوق کی عاجزی اور کمزوری کا بیان ہے کہ یہ لوگ ایک ذرہ یا ایک دانہ یا ایک جو ہی بنا کر دکھلائیں۔

(۴) تصویر بنانے والوں کو سب سے زیادہ اور سخت عذاب ہوگا۔

(۵) اللہ تعالیٰ ہر تصویر کے بدلے ایک جان پیدا کرے گا جس کے ذریعے تصویر بنانے والوں کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔

(۶) مصور کو اس کی بنائی ہر تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف بنایا جائے گا۔

(۷) اس میں یہ بیان بھی ہے کہ تصویر جہاں بھی ہو اسے مٹا دینے کا حکم ہے۔

باب: ۶۲

کثرت سے قسم اٹھانا

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاحْفَظُوٓا أَيْمَٰنَكُمْ﴾ (المائدہ ۵/ ۸۹)

"اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو"۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«الحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ»(صحيح بخاری وصحيح مسلم)

"قسم سامان کے لیے مفید (یعنی فروخت کرنے کا ذریعہ) تو ہے، مگر اس سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔"

اور حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثَلاَثَةٌ لاَ يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: أُشَيْمِطُ زَانٍ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ، وَرَجُلٌ جَعَلَ اللهَ بِضَاعَتَهُ، لاَ يَشْتَرِيْ إِلاَّ بِيَمِيْنِهِ، وَلاَ يَبِيْعُ إِلاَّ بِيَمِيْنِهِ»(رواه الطبرانی بسند صحيح)

"تین قسم کے لوگ ایسے ہیں (قیامت کے دن) جن سے اللہ تعالیٰ نہ تو بات کرے گا اور نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا' (۱) بوڑھا زانی۔ (۲) متکبر فقیر۔ (۳) اور وہ جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا مال سمجھا ہوا ہے کہ قسم ہی سے خریدتا ہے اور قسم ہی سے بیچتا ہے۔" (۴) اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، قَالَ عِمْرَانُ: فَلاَ أَدْرِيْ أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا؟ ثُمَّ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلاَ يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَخُوْنُوْنَ وَلاَ يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَنْذِرُوْنَ وَلاَ يُوْفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ»(صحيح مسلم)

"میری امت کا سب سے بہتر زمانہ' میرا زمانہ ہے۔ پھر وہ جو اس کے بعد ہو گا' پھر وہ جو اس کے بعد ہو گا۔" حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' مجھے یاد نہیں پڑتا کہ آپ ﷺ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا تھا' یا تین کا؟ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا "پھر تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو بغیر مانگے گواہی دیں گے' خائن ہوں گے' امانت دار نہیں ہوں گے' نذر مانیں گے تو پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو گا"۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ»(صحيح مسلم)

"سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں' پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے' پھر وہ جو ان کے

بعد آئیں گے' اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن کی گواہی قسم سے پہلے اور قسم گواہی سے پہلے ہو گی"

(یعنی وہ لوگ نہ گواہی کے بارے میں احتیاط کریں گے اور نہ قسم کے بارے میں۔ بلکہ آناً فاناً قسم اور گواہی کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ مترجم)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "بچپن میں ہمیں ہمارے بزرگ گواہی اور عہد پر قائم رہنے کے لئے مارا کرتے تھے۔"

مسائل

(۱) قسموں کی حفاظت کی بڑی تاکید ہے۔

(۲) یہ خبر کہ قسم سامان فروخت کرنے کا ذریعہ تو ہے' مگر اس سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

(۳) جو شخص مال خریدنے اور بیچنے کے وقت خواہ مخواہ قسمیں اٹھائے' اس کے لئے وعید شدید ہے۔

(۴) اس میں یہ تنبیہہ بھی ہے کہ اگرچہ اسباب گناہ چھوٹے ہی ہوں' مگر میلان کے سبب صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتے ہیں۔

(۵) اس میں ان لوگوں کی مذمت بیان کی گئی ہے جو طلب کیے بغیر قسمیں اٹھاتے ہیں۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرون ثلاثہ' یا قرون اربعہ کی تعریف اور اس کے بعد جو ہو گا اس کی پیشین گوئی فرمائی۔

(۷) اس میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو گواہی طلب کئے بغیر گواہی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

(۸) اسلاف امت چھوٹے بچوں کو گواہی اور عہد پر قائم رہنے کے لئے مارا کرتے تھے۔

باب : ۶۳

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا ذمہ اور ضمانت دینے کا حکم

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (النحل۱۶/ ۹۱)

"اور جب تم اللہ تعالیٰ سے عہد (واثق) کرو تو اس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو' اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال سے باخبر ہے۔"

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو بڑی فوج یا کسی دستے پر امیر مقرر فرماتے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنے ہم سفر مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی وصیت کرتے اور فرماتے:

«اُغْزُوْا بِسْمِ اللهِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، اُغْزُوْا وَلاَ تَغُلُّوْا، وَلاَ تَغْدِرُوْا وَلاَ تُمَثِّلُوْا، وَلاَ تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا، وَإِذَا لَقِيْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَادْعُهُمْ إِلَي ثَلٰثِ خِصَالٍ أَوْ خِلاَلٍ، فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَي الإِسْلاَمِ، فَإِنْ أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَي دَارِالْمُهَاجِرِيْنَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ، فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوْا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ، يَجْرِيْ عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللهِ تَعَالَي، وَلاَ يَكُوْنُ لَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ، إِلاَّ أَنْ يُّجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْأَلْهُمُ الْجِزْيَةَ، فَإِنْ هُمْ أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَقَاتِلْهُمْ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ فَلاَ تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ، وَلٰكِنِ

اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ، فَإِنَّكُمْ أَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوْا وَذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ، فَلاَ تُنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ، وَلَكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ، فَإِنَّكَ لاَ تَدْرِيْ أَتُصِيْبُ فِيْهِمْ حُكْمَ اللهِ أَمْ لاَ»(رواہ مسلم)

"اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کا نام لے کر لڑائی کرنا۔ اور ہر اس شخص سے لڑنا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ لڑائی کرنا اور خیانت نہ کرنا۔ بدعہدی نہ کرنا۔ مثلہ نہ کرنا (یعنی کسی مقتول کے اعضاء نہ کاٹنا) اور نہ بچوں کو قتل کرنا۔ ۔ جب مشرک دشمن سے تمہارا سامنا ہو تو انہیں تین باتوں کی پیش کش کرنا' اگر وہ ان میں سے کوئی ایک بات بھی مان لیں تو منظور کرلینا اور جنگ سے رک جانا:

۱۔ سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا' اگر وہ اسے قبول کرلیں تو اسے منظور کرلینا اور انہیں درالکفر سے دارالسلام کی طرف ہجرت کی دعوت دینا۔ اور انہیں بتانا کہ اگر وہ ہجرت کریں گے تو انہیں وہ سب حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور جو بار مہاجرین کو برداشت کرنا پڑتا ہے انہیں بھی برداشت کرنا ہوگا۔ اور اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کریں تو پھر یہ لوگ ان بدوی مسلمانوں کی طرح ہوں گے جن پر اللہ کا حکم جاری ہے' انہیں مال غنیمت یا مال فئے سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔

۲۔ اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو پھر ان سے جزیہ طلب کرنا' اگر وہ جزیہ دینے پر راضی ہوجائیں تو قبول کرلینا اور جنگ سے رک جانا۔

۳۔ اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر ان سے لڑائی کرنا۔ اور جب تم قلعہ بند دشمن کا محاصرہ کرو اور دشمن چاہیں کہ تم انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی امان' تحفظ اور ضمانت دے دو تو ایسا ہرگز نہ کرنا' بلکہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے امان اور تحفظ دینا' اس لئے کہ اگر تم اپنا یا اپنے ساتھیوں کا ذمہ (ضمانت) توڑ دو تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ذمہ کو توڑنے سے کم تر ہوگا۔ اور جب تم قلعہ میں بند کسی دشمن کا محاصرہ کرو اور وہ چاہے کہ تم اسے اللہ کے حکم وفیصلہ پر اتارو یعنی ان سے صلح کرلو تو ایسا بھی

نہ کرنا، تمہیں کیا علم کہ تم ان کے بارے میں اللہ کے فیصلے کو پاسکو گے یا نہیں؟"

مسائل

(۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے ذمہ اور ضمانت میں فرق ہے۔

(۲) اس میں یہ ہدایت ہے کہ جب دو خطرناک صورتیں درپیش ہوں تو ان میں سے جو آسان اور بہتر ہو اسے اختیار کرلینا چاہئے۔

(۳) آنحضرت ﷺ کا فرمان «اُغْزُوْا بِسْمِ اللهِ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ» "کہ اللہ کی راہ میں اس کے نام سے جہاد کرو"

(۴) آپؐ کا ارشاد: «قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ» "کہ جو کفرباللہ کا مرتکب ہو اس سے لڑو"

(۵) آپؐ کا ارشاد: «اِسْتَعِنْ بِاللهِ وَقَاتِلْهُمْ» "کہ اللہ سے مدد طلب کر اور کفار سے قتال کر"

(۶) اللہ تعالیٰ اور اہل علم کے حکم وفیصلہ میں فرق ہے۔

(۷) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت صحابی بھی کوئی حکم یا فیصلہ کرے تو وہ بھی نہیں جانتا کہ یہ حکم اور فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں؟

باب : ۶۴

اللہ تعالیٰ پر قسم کھانا

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«قَالَ رَجُلٌ: وَاللهِ لاَ يَغْفِرُ اللهُ لِفُلاَنٍ؟ فَقَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ ذَا الَّذِيْ يَتَأَلّٰى عَلَيَّ أَنْ لاَّ أَغْفِرَ لِفُلاَنٍ؟ إِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُ وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ»(رواہ مسلم)

"ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کی مغفرت نہیں کرے گا۔" اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ”یہ کون ہوتا ہے جو مجھ پر قسم اٹھاتا ہے کہ میں فلاں کی مغفرت نہیں کروں گا۔ میں نے اس کی مغفرت کردی اور تیرے (یعنی قسم اٹھانے والے کے) اعمال ضائع کردیئے ہیں۔“

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:

«إِنَّ الْقَائِلَ رَجُلٌ عَابِدٌ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ»

”یہ کہنے والا ایک عابد وزاہد شخص تھا۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے صرف ایک ایسی بات کردی جس نے اس کی دنیا و آخرت کو تباہ کر کے رکھ دیا۔“

مسائل

(۱) اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھانے سے تحذیر و تخویف ہے۔

(۲) دوزخ انسان کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔

(۳) جنت بھی انسان کے ایسے ہی قریب ہے۔

(۴) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کی تصدیق و تائید ہے: «إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ. . الخ» کہ بسا اوقات انسان کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے جس سے اس کی دنیا و آخرت برباد ہو جاتی ہے۔“

(۵) بعض اوقات انسان کی کسی ایسے سبب سے بخشش ہوجاتی ہے، جو اس کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

باب: ۶۵

اللہ تعالیٰ کو سفارشی کے طور مخلوق کے سامنے نہیں پیش کیا جا سکتا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے لگا:

«يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ، نُهِكَتِ الأَنْفُسُ، وَجَاعَ الْعِيَالُ، وَهَلَكَتِ الأَمْوَالُ، فَاسْتَسْقِ لَنَا رَبَّكَ، فَإِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِاللهِ عَلَيْكَ، وَبِكَ عَلَى اللهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: سُبْحَانَ اللهِ! سُبْحَانَ اللهِ! فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتَّى عُرِفَ ذَلِكَ فِيْ وُجُوْهِ أَصْحَابِهِ، ثُمَّ قَالَ: وَيْحَكَ! أَتَدْرِيْ مَا اللهُ؟ إِنَّ شَأْنَ اللهِ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ، إِنَّهُ لاَ يُسْتَشْفَعُ بِاللهِ عَلَى أَحَدٍ»(رواه أبوداود)

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! جانیں تلف ہو گئیں، بچے بھوکے مر گئے اور مال برباد ہو گیا، آپؐ ہمارے لئے اپنے رب سے بارش کی دعا فرمائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو آپؐ کے پاس اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ آپؐ نے (اس کی بات سن کر) بار بار سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھا آپؐ بدستور سبحان اللہ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ اس کا اثر صحابہ کرام کے چہروں پر ظاہر ہوا۔ پھر آپؐ نے فرمایا "تجھ پر افسوس! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے؟ (یعنی اس کا کیا مقام اور کیا شان ہے؟) اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند ہے۔ اسے کسی کے سامنے سفارشی کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔"

مسائل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے «نَسْتَشْفِعُ بِاللهِ عَلَيْكَ» (یعنی ہم اللہ تعالیٰ کو آپؐ کے پاس سفارشی کے طور پر پیش کرتے ہیں) کہنے والے بدوی پر ناگواری اور انکار کا اظہار فرمایا۔

(۲) بدوی کی بات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک اس قدر متغیر ہوا کہ اس کے اثرات صحابہ کرام کے چہروں پر بھی ظاہر ہوئے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کی بات کے دوسرے حصے «وَنَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللهِ» "یعنی

ہم آپؐ کو اللہ تعالیٰ کے پاس سفارشی پیش کرتے ہیں" پر نکیر نہیں فرمائی۔

(۴) سبحان اللہ کے مفہوم و تفسیر پر تنبیہہ ہوئی ہے۔

(۵) یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمان (صحابہ کرام) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ سے بارش کی دعا کرایا کرتے تھے۔

باب: ٦٦

آنحضرت ﷺ کا گلشن توحید کی حفاظت فرمانا اور شرک کے راستوں کو بند کرنا

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

«انطَلَقْتُ فِيْ وَفْدِ بَنِيْ عَامِرٍ إِلَي رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقُلْنَا: أَنْتَ سَيِّدُنَا، فَقَالَ: السَّيِّدُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، قُلْنَا: وَأَفْضَلُنَا فَضْلاً، وَأَعْظَمُنَا طَوْلاً، فَقَالَ: قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ أَوْ بَعْضِ قَوْلِكُمْ وَلاَ يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ» (رواه أبوداود بسند جيد)

"میں بنو عامر کے ایک وفد میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم نے کہا: "آپؐ ہمارے سردار ہیں" آپؐ نے فرمایا "سردار تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے" پھر ہم نے کہا "آپؐ مقام و مرتبہ میں ہم سب سے افضل اور بہت زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا: "یہ' یا اس طرح کی (جائز اور مناسب) بات کہا کرو اور (خیال رکھنا کہ) شیطان تمہیں کہیں پھانس نہ لے۔"

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چند لوگوں نے کہا:

«يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ، يَاخَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا وَسَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ، وَلاَ يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدٌ

عَبْدُاللهِ وَرَسُوْلُهُ، مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِي فَوْقَ مَنْزِلَتِيْ الَّتِيْ أَنْزَلَنِيَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ »(رواه النسائي بسند جيد)

"اے اللہ کے رسول ! اور اے ہم سب سے بہتر اور ہمارے بہتر کے بیٹے! اور اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! آپؐ نے فرمایا "اے لوگو! تم وہی باتیں کرو جو تم کرتے ہو' کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے اس مرتبے اور مقام سے بڑھا دو جو اللہ نے مجھے عطا کیا ہے۔" (اس حدیث کو امام نسائی نے اچھی سند سے روایت کیا ہے)

مسائل

(۱) مبالغہ امیزی سے لوگوں کو ڈرانا۔

(۲) جس شخص کو "انت سیدنا" (کہ آپ ہمارے سردار ہیں) کہا جائے' اسے جواب میں کیا کہنا چاہئے؟

(۳) ان لوگوں نے اگرچہ بات صحیح کہی تھی' مگر اس کے باوجود آپؐ نے فرمایا: لاَ يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ "کہ شیطان کہیں تمہیں پھانس نہ لے۔"

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان «مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِيْ فَوْقَ مَنْزِلَتِيْ» (کہ میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مقام و مرتبہ سے بڑھا دو) کی وضاحت ہوئی۔

باب: ٦٧

اللہ تعالیٰ کی عظمت و رفعت

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمَا قَدَرُواْ ٱللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِۦ وَٱلْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَٱلسَّمَٰوَٰتُ مَطْوِيَّٰتُۢ بِيَمِينِهِۦ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ (الزمر ٣٩/ ٦٧)

"اور انہوں نے کما حقہ اللہ کی قدر نہیں کی، قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور بلند ہے۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا:

«يَا مُحَمَّدُ! إِنَّا نَجِدُ أَنَّ اللهَ يَجْعَلُ السَّمٰوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالْمَاءَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالثَّرٰى عَلَى إِصْبَعٍ، وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلَى إِصْبَعٍ، فَيَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ الْحِبْرِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (صحيح بخاري وصحيح مسلم سنن أبي داود، سنن ترمذي، مسند أحمد)

"اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم (اپنی کتاب میں یہ بات لکھی ہوئی) پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سارے آسمانوں کو ایک انگلی پر، تمام زمینوں کو ایک انگلی پر، تمام درختوں کو ایک انگلی پر، پانی کو ایک انگلی پر، کیچڑ کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھ کر فرمائے گا:
میں ہی بادشاہ ہوں۔ آپؐ (اس کی بات سن کر بطور تصدیق) ہنس پڑے۔ حتیٰ کہ آپؐ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:
"اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ قدر نہیں کی حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی و مسند احمد)

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

«وَالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ، ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ فَيَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا اللهُ» (صحيح مسلم)

"اور (اللہ تعالیٰ قیامت کو) تمام پہاڑ اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھے گا، پھر ان کو ہلا کر کہے گا میں ہی بادشاہ ہوں، میں ہی اللہ ہوں۔"

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ:

«يَجْعَلُ السَّمٰوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْمَاءَ وَالثَّرٰى عَلَى إِصْبَعٍ، وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلَى إِصْبَعٍ» (صحيح بخاري)

" اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور کیچڑ کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھے گا۔"

اور ایک جگہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَطْوِىْ اللهُ السَّمٰوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ؟ ثُمَّ يَطْوِي الأَرَضِيْنَ السَّبْعَ بِشِمَالِهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ»

(صحيح مسلم)

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دست راست میں لے گا اور فرمائے گا "میں ہی بادشاہ ہوں (زمین میں) سرکشی اور تکبر کرنے والے (آج) کہاں ہیں؟" پھر اللہ تعالیٰ ساتوں زمینوں کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا: میں ہی بادشاہ ہوں (زمین میں) سرکشی اور تکبر کرنے والے (آج) کہاں ہیں؟"

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

«مَا السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالأَرَضُوْنَ السَّبْعُ فِيْ كَفِّ الرَّحْمٰنِ إِلاَّ كَخَرْدَلَةٍ فِيْ يَدِ أَحَدِكُمْ»

" ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ رحمٰن کے ہاتھ میں یوں ہوں گے، جیسے تمہارے ہاتھ میں رائی کا دانہ ہوتا ہے۔"

اور ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ مجھے یونس نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابن وہب نے خبر دی، وہ کہتے ہیں ابن زید نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ فِي الْكُرْسِيِّ إِلاَّ كَدَرَاهِمَ سَبْعَةٍ أُلْقِيَتْ فِي تُرْسٍ»

"ساتوں آسمان کرسی کے بالمقابل یوں ہیں جیسے سات درھم کسی ڈھال میں ڈال دیئے جائیں۔"

اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:

«مَا الْكُرْسِيُّ فِي الْعَرْشِ إِلاَّ كَحَلْقَةٍ مِنْ حَدِيْدٍ أُلْقِيَتْ بَيْنَ ظَهْرَيْ فَلَاةٍ مِنَ الأَرْضِ»

"اللہ تعالیٰ کی کرسی اس کے عرش کی مقابلے میں یوں ہے جیسے لوہے کا ایک کڑا کسی وسیع و عریض میدان میں پھینک دیا جائے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے اور دوسرے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی

مسافت ہے۔ اسی طرح ہر آسمان سے اگلے آسمان تک اتنا ہی فاصلہ ہے۔ اور ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان اور کرسی اور پانی کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ اللہ کا عرش پانی کے اوپر ہے اور اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے (یاد رکھو!) تمہارا کوئی عمل اس (اللہ) سے پوشیدہ نہیں۔"

(یہ حدیث ابن مہدی نے حماد بن سلمہ سے اور انہوں نے عاصم سے اور انہوں نے زر سے بیان کی عبداللہ کے طریق سے مروی ہے۔ اور اسے مسعودی نے عاصم، ابو وائل اور عبداللہ ﷺ کے واسطہ سے روایت کیا۔

حافظ ذہبی کا قول ہے، کہ "اس حدیث کی اور بھی سندیں ہیں۔"

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«هَلْ تَدْرُوْنَ كَمْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ؟ قُلْنَا: اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَمَاءٍ، وَمِنْ كُلِّ سَمَاءٍ إِلَي سَمَاءٍ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ، وَكِثَفُ كُلِّ سَنَةٍ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ، وَبَيْنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَالْعَرْشِ بَحْرٌ، بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلاَهُ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، وَاللهُ تَعَالَى فَوْقَ ذٰلِكَ، وَلَيْسَ يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ أَعْمَالِ بَنِي آدَمَ» (أخرجه أبوداود وغيره)

"کیا تم جانتے ہو کہ زمین اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے، ساتویں آسمان اور عرش الٰہی کے درمیان ایک سمندر ہے۔ اس کے نیچے اور اوپر والے حصوں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہے۔ بنو آدم کے اعمال میں سے کوئی عمل اس سے پوشیدہ اور مخفی نہیں۔"

مسائل

(۱) قرآن کریم کی آیت ﴿وَٱلْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ﴾ کی تفسیر ہوئی۔

(۲) اس حدیث میں مذکور اور اس جیسی دیگر باتیں آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک یہود میں موجود و محفوظ تھیں، چنانچہ انہوں نے نہ تو ان باتوں کا انکار کیا اور نہ کوئی تاویل کی۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہودی عالم نے جب ان باتوں کا ذکر کیا تو آپؐ نے اس کی تصدیق فرمائی اور مزید تائید کے لیے قرآن کریم بھی نازل ہوا۔

(۴) یہودی عالم کی ان عظیم علمی باتوں پر آپؐ کا ہنسنا۔ (خوشی کی وجہ سے تھا)

(۵) اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کا اثبات اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دست راست میں آسمان اور دوسرے ہاتھ میں زمینیں ہوں گی۔

(۶) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے بایاں ہونے کی صراحت ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ کا اس وقت بڑے بڑے سرکش اور متکبرین کو پکاریں گے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے مقابلہ میں آسمان اور زمین ہیں جیسے کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ ہوتا ہے۔

(۹) آسمان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی کرسی بڑی ہے۔

(۱۰) کرسی کی نسبت عرش الٰہی بڑا ہے۔

(۱۱) عرش الٰہی، کرسی اور پانی علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔

(۱۲) ہر دو آسمانوں کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔

(۱۳) ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیانی فاصلہ کی وضاحت ہوئی۔

(۱۴) کرسی اور پانی کے درمیان مسافت کا بیان ہوا۔

(۱۵) عرش الٰہی پانی کے اوپر ہے۔

(۱۶) اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔

(۱۷) زمین و آسمان کے درمیان مسافت کا بیان ہوا۔

(۱۸) ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔

(۱۹) ساتوں آسمانوں کے اوپر جو سمندر ہے، اس کے نیچے اور اوپر کے حصوں کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ